امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲؍ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۸؍نومبر ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 44

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
- حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
- حکایات اہل دل
- دنیا میں بڑھتی افراتفری
- مسلم مطلقہ کے نفقہ کا مسئلہ
- اگراب بھی نہ جاگے تو

بین السطور

تعلیم ہے امراض ملت کی دوا

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

تعلیم کے حوالے سے انسان کی ضرورتیں دو قسم کی ہیں، ایک تو مذہبی ضرورت ہے، جس کا ایک سرا اس دنیا سے اور دوسرا آخرت سے جڑا ہوا ہے، یہ تعلیم دنیوی سعادت اور اخروی نجات کے لیے ضروری ہے، اسی لیے اس تعلیم کو فرض قرار دیا گیا، جسے اصطلاح میں بنیادی دینی تعلیم کہتے ہیں، یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ سرکار کے رائٹ ٹو ایجوکیشن (تعلیم کے حق) سے الگ ایک چیز ہے، جب ہم حق کی بات کرتے ہیں تو اس سے لزوم کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اپنے حق سے دست برداری کو سماج میں بُرا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اگر اس کا تعلق مالی حقوق سے ہو اور کوئی اس سے دست بردار ہو جائے تو اسے ایثار قرار دیا جاتا ہے، یہی حال ان تمام حقوق کا ہے جس کے نتیجے میں آدمی اپنا فائدہ چھوڑ کر دوسرے کو مستفیض ہونے کا موقع عنایت کرتا ہے، لیکن فرض وہ چیز ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے، اور اگر کوئی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو وہ باز پرس، دارو گیر اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، اس لیے تعلیم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا، یعنی اس میں کوتاہی پر سزا بھی دی جاسکتی ہے، جبکہ حقوق کے حصول میں کوتاہی سزا کا موجب نہیں ہوا کرتی۔ یہ الگ بات ہے کہ بچے کے بجائے تنبیہ اور دارو گیر گارجین کی، کی جائیگی، کیونکہ بچوں کی طرف احکام متوجہ نہیں ہوتے۔ تعلیم کے اس مرحلے کے لیے ضروری ہے کہ سماج کے ہر طبقہ کے بچہ کو کم عمری میں ہی تعلیمی اداروں سے جوڑ دیا جائے، انہیں زری کے کارخانوں اور ہوٹلوں سے اٹھا کر مکتب، مدرسہ اور اسکول کی میز و چٹائی پر بیٹھالا جائے تا کہ ان کی بنیادی دینی تعلیم سلیقے سے ہو سکے اور ان کا بچپنہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ پورے ہندوستان میں پھیلے مکاتب و مدارس الحمد للہ اس کام کو بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں اور عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں، لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رہنی چاہیے۔

دوسرے علوم وہ ہیں جن کی ضرورت ہمیں اپنی زندگی بسر کرنے میں پڑتی ہے، اور چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اس لیے ان علوم کو اس درجہ میں تو نہیں رکھا جاسکتا کہ سب کے اوپر اس کا حصول فرض قرار دیا جائے، لیکن سماجی اور تمدنی ضرورت کے اعتبار سے مہذب سماج کی تشکیل، عمرانی ضروریات اور زندگی برتنے کے فن کی واقفیت کے لئے الگ الگ علوم و فنون میں مہارت بھی ضروری ہے، مثلاً ہمیں رہنے کے لیے گھر چاہیے؛ اس گھر کا نقشہ بنانے کے لئے اچھے انجینئر کی ضرورت ہے، بغیر انجینئرنگ میں مہارت کے ہم اس کام کو سلیقے سے نہیں کر سکتے، یہ سلیقگی مکتبی تعلیم سے اوپر اٹھ کر جدید عصری اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اس کے لیے مسلمانوں کو انجینئرنگ کالج کھولنے بھی چاہیے اور اپنے بچوں کو اس شعبے میں تیار بھی کرنا چاہیے، کیونکہ آج یہ معاشی استحکام کا بڑا ذریعہ ہے اور پوری دنیا میں سول اور میکینکل انجینئرنگ کی مانگ بہت زیادہ ہے، اس میدان میں آگے بڑھنے کا سیدھا مطلب اعلیٰ تعلیم میں مہارت کے ساتھ مسلمانوں کے افلاس اور پس ماندگی کو دور کرنا۔

اسی طرح ہماری صحت کا مسئلہ ہے، یہ ایک جسمانی ضرورت ہے، اس کے لئے ہمارے پاس اچھے ڈاکٹر ہونے چاہیے، جو ہماری بیماریوں کا علاج کر سکیں، میڈیکل کی تعلیم کے لیے ہمارے پاس میڈیکل کالج بھی ہونے چاہیے اور اچھے اسپتال بھی، دو چار مسلمانوں کے میڈیکل کالج اور دس بیس اسپتال، آبادی کی ضرورت کو پوری نہیں کر پاتے، یقیناً اسپتال کا کام انسانی بنیادوں پر ہوتا ہے اور مریض اور اسپتال کے منتظمین کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کون کس علاقے اور کس مذہب کا ہے، لیکن اسپتال بڑی تعداد میں ہوں گے تو مریضوں کو سہولت ہوگی اور کم خرچ میں علاج کے حصول کے لیے بھی سوچنا ممکن ہوگا، یہی حال دیگر سائنسی علوم میں مہارت کا ہے، ہمارے بچے ابتدائی تعلیم سے ثانوی تک جاتے جاتے گھر بیٹھنے اور معاشی وسائل کے حصول کے لیے فکر مند ہو جاتے ہیں، اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ کم ہے، اس لیے ہماری حصہ داری اوپر میں کم ہوتی جارہی ہے، آئی، اس، آئی پی اس، میں نمائندگی گھٹتی جارہی ہے، سیاسی گلیاروں اور حکومت کے ایوانوں میں بھی آزادی کے بعد ہم مسلسل کم ہو رہے ہیں، ہمارے یہاں لیاقتوں کی کمی نہیں ہے، کمی فکر مندی، منصوبہ بندی اور اس حوصلے کی ہے جو انسان کو آگے بڑھنے کے لیے مہمیز کیا کرتا ہے، یہ مہمیز کرنے والی قوت الگ ہونی چاہیے، اس کے لیے ادارے، تنظیمیں، جماعتیں جمعیتیں اور سماج کے مختلف طبقات کو آگے آنے کی ضرورت ہے، آج سوشل سائٹس پر ملی قائدین کے خلاف سب وشتم، گالی گلوج اور بُرا بھلا کہنے کی مہم زوروں پر ہے، اس بُرا بھلا کہنے والوں سے پوچھیے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو جواب ہوگا صرف تنقید، جو لوگ دوسروں کو بُرا بھلا کہنے میں اپنی توانائی صرف کر رہے ہیں، اگر وہ اپنی انرجی اور توانائی ملی مسائل کے حل، تعلیمی بیداری اور معاشی اعتبار سے مسلمانوں کو اٹھانے پر صرف کریں تو اس سے ملت کو بے پناہ فائدہ پہونچے گا، کام آگے بڑھے گا، اس کے برعکس ملی قائدین کو بُرا بھلا کہنے سے رہا سہا اعتماد بھی ختم ہوتا ہے، اور جو صاحب تنقید کی بساط بچھائے ہوتے ہیں ان کے اندر خود کچھ کرنے کی صلاحیت ہوتی نہیں اس لیے ایک خلا سا محسوس ہونے لگتا ہے، ہمیں اپنی صلاحیتوں کو جدید اعلیٰ تعلیم کے مواقع پیدا کرنے، یونیورسٹی، کالج، انٹر کالج اور عصری علوم کے اداروں کے کھولنے میں لگانی چاہیے، شرعی حدود و قیود کے ساتھ لڑکیوں کے لیے بھی تعلیمی ادارے کھولنے چاہیے اور ان کو آگے بڑھانا چاہیے اس لیے کہ ایک مرد پڑھتا ہے تو فرد پڑھتا ہے، لیکن ایک لڑکی پڑھتی ہے تو گھر پڑھتا ہے، خاندان میں تعلیم کی بنیاد پڑتی ہے، اور آنے والی نسل کے تعلیم یافتہ ہونے کے امکانات پیدا ہوتے ہیں، ہمیں ذریعہ تعلیم کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے، انگلش میں بچے کی مہارت اور چیز ہے اور ذریعہ تعلیم اسے بنانا بالکل دوسری چیز، ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ مادری زبان ابتدائی تعلیم کے حصول میں زیادہ معاون اور مؤثر ہے؛ لیکن ہمارا رجحان انگلش میڈیم اسکولوں اور کنونٹوں کی طرف بڑھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے بچے بھی اردو زبان سے نابلد ہیں اور اردو کا بڑا سرمایہ ان کی پہونچ سے باہر ہے، ہمیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں ہے، یہ ایک تہذیب ہے، یہ ایک ثقافت اور کلچر ہے، اردو زبان سے نابلد رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک تہذیب اور ثقافت و کلچر سے نابلد ہوتے جارہے ہیں، ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ہم اپنی مادری زبان کو فراموش نہ کریں، تا کہ ہماری تہذیب، مذہب اور ثقافت سے ہمارا رشتہ منقطع نہ ہو، ان تمام باتوں کے ساتھ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محض تعلیم کا حاصل کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ ہمیں ہر سطح پر اعلیٰ اخلاقی اقدار بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جس کے بغیر انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور بھلائی کا تصور ناپید ہوتا ہے، یہ اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا ہوں گے تو ڈاکٹر مریض کو آپریشن ٹیبل پر لے جانے کے بعد دوسرے مرض کے انکشاف پر فیس بڑھانے کی بات نہیں کرے گا، انجینئر نقشہ بناتے وقت پڑوسی کے گھر کی ہوا، روشنی وغیرہ کے لیے فکر مند ہو کر نقشہ بنائے گا، سائنس داں مہلک ہتھیاروں کو بناتے وقت اس سے بچاؤ کی تدبیروں پر بھی ریسرچ کرے گا، سیاست داں، ابن الوقتی، خود غرضی، مفاد پرستی سے اونچا اٹھ کر بد عنوانی سے پاک سماج بنانے اور لوگوں کے فائدے کے لیے کام کریں گے، غرض تعلیم کے ساتھ تربیت بھی انتہائی ضروری ہے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی فراہمی کے لیے ہمیں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے اداروں کے قیام پر بھی توجہ دینی چاہیے کیونکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے معیاری طلبہ یہیں سے فراہم ہو سکتے ہیں، اور مقابلہ جاتی امتحان میں کامیابی کے بعد ملک و ملت کے لیے کار آمد ہو سکتے ہیں، ان اداروں میں تربیتی نظام کو اعلیٰ پیمانے پر رائج کرنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ صرف ڈاکٹر انجینئر سیاست داں، دانشور نہ ہوں؛ بلکہ وہ اپنی خدمات کے ذریعہ فرد سے لے کر سماج کے مختلف طبقات کو فائدہ پہونچا سکیں۔

ایک بڑا مسئلہ حصول تعلیم میں گراں قدر اخراجات کا ہے، مسلمانوں کی معاشی حالت عمومی طور پر ایسی نہیں ہے کہ وہ تعلیم کی انڈسٹری سے مطلوبہ علوم حاصل کر سکیں، اس کے لیے ان تمام سرکاری اور غیر سرکاری اسکیموں سے ہمیں طلبہ کو واقف کرانا چاہیے، جس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے بچے تعلیم کو جاری رکھ سکیں، اور تعلیم چھوڑنے کے تناسب میں کمی آسکے، میرا خیال ہے کہ تھوڑی سی چوکسی اور مختلف تنظیموں کی طرف سے تھوڑی معلومات کی فراہمی سے ہم اس پریشانی سے چھٹکارا پا سکتے ہیں، ضرورت ہے عزم و ارادہ کی، عزم کمزور ہو اور ارادہ متزلزل تو مالی مشکلات راستے میں حائل ہو جائیں گی اور ان کو عبور کرنا آسان نہیں ہوگا، اس لیے ہمیں اپنے جوانوں میں، طالب علموں میں اعتماد پیدا کرنا چاہیے کہ تم ساری رکاوٹوں دشواریوں اور مشکلات کے باوجود بہت کچھ کر سکتے ہو بقول شاعر

ع۔ چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزم سفر پیدا

ایک بڑا کام یہ بھی کرنے کا ہے کہ جو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان کے لیے معیاری تعلیم کا نظم کیا جائے، ادارہ جس سطح کا ہو اور جس طرح کا بھی ہو، وہاں سے ہمارے فارغین اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مکمل ہوں، ہم جانتے ہیں کہ یہ دور مقابلوں کا ہے، معیار کا ہے، کوالیٹی نہیں رہے گی تو ہم کمپٹیشن کے اس دور میں پچھڑتے چلے جائیں گے، ہم جس معیار کی بات کرتے ہیں، وہ ہمارے مقابل سے کئی گنا آگے ہونی چاہیے، اس لیے کہ بحالی والا قلم جن کے ہاتھ میں ہے، وہ عام حالات میں ہم تک پہونچتے پہونچتے شل ہو جاتا ہے اور ہمارے طلبہ کو مختلف قسم کے تعصّبات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے ہمیں (ہیوی اکسٹرا) غیر معمولی صلاحیت کے ساتھ میدان میں اترنا ہوگا، میں بات صلاحیت کی کر رہا ہوں، صرف نمبرات کی نہیں، نمبرات کے باوجود کاغذات کے اس ٹکڑے کے پیچھے علمی صلاحیت کا فقدان ہو تو ہمیں کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا، ہمیں آگے بڑھنا ہے، علم کے میدان میں، تحقیق کے میدان میں، تجربات کے میدان میں یہ ایک تحریک ہے، یہ مہم ہے اس تحریک اور مہم کو کامیاب کرنے کے لئے حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کے حکم پر ہر ضلع میں کم از کم دو مکاتب، چار ریاستوں میں ایک سو سے زائد اسکول کے قیام کے ساتھ پھلواری شریف میں آٹھویں، نویں اور دسویں کلاس کے طلبہ کے لیے معیاری کوچنگ کے منصوبہ پر عمل شروع ہو گیا ہے، تحریک کو کامیاب کرنے لیے ہر طبقہ کے لوگوں کو آگے آنا چاہیے۔ اور امارت شرعیہ کی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں اپنی مضبوط حصہ داری پیش کرنی چاہیے۔

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ہنسی ومذاق کے شرعی اصول

''منافقین ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہوجائے جو مسلمانوں کو منافقین کے دلوں کا حال بتادے، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے، مذاق اڑالو، جس بات سے تم ڈرتے ہو، اللہ اس کو ظاہر کرکے رہیں گے اور اگر آپ ان سے تحقیق حال کے لئے دریافت کریں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کررہے تھے، آپ کہہ دیجئے کیا اللہ کے ساتھ، اللہ کے احکام کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ تم مذاق کررہے تھے'' (سورہ توبہ:۶۵-۶۶)

وضاحت: انسانی زندگی میں مختلف طرح کے حالات پیش آتے ہیں، کبھی انسانی خوشی ومسرت کے خوشگوار اور پرکیف لمحات سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی اس پر رنج والم اور غیض وغضب کی کیفیت طاری رہتی ہے، جس کے نتیجہ میں ذہنی انتشار میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کی طبیعت پژمردہ رہتی ہے، ایسے ناموافق حالات میں دل کو سکون بخشنے اور دماغ کو تازہ دم کرنے کے لئے خوش گپیاں کرنا فطرت انسانی کا تقاضہ ہوتا ہے، بسا اوقات ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنے سے طبیعت میں نیا جوش وولولہ پیدا ہوتا ہے، غم وپریشانی کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور خوف ومایوسی کے بادل چھٹتے ہیں، اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو انسانی زندگی بے کیف اور بے مزہ ہوکر رہ جائے گی، روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش مزاج اور خوش گفتار پیغمبر تھے، کبھی کبھی اپنے اصحاب سے مزاح فرماتے خود بھی لطف اندوز ہوتے اور صحابہ کو بھی لطف اندوز فرماتے کیونکہ اس سے جہاں الفت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے وہیں اس سے تعلقات بھی مستحکم ہوتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرام بھی بڑے ظریف طبیعت کے تھے، یہ حضرات بھی کبھی کبھی ہنسی ودل لگی فرماتے تھے اور اپنے ہم نشینوں کے دلوں کو گدگداتے تھے، ایک انصاری صحابی جو بڑے ظریف طبیعت کے تھے، ایک مرتبہ وہ لوگوں کو واقعات سنا کر ہنسا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی سے ان کی کمر کو ٹھونکا دیا، اس پر انہوں نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تکلیف پہونچائی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب تو تم بھی بدلہ لے لو؟ انہوں نے کہا اللہ کے رسول! آپ کے جسم پر تو قمیص ہے اور میں بغیر قمیص کے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اٹھائی تو انہوں نے فوراً آپ کی کمر کا بوسہ لیا اور کہا کہ اللہ کے رسول دراصل میں یہی چاہتا تھا، اس واقعہ میں ظرافت بھی ہے اور محبت وعقیدت کی خوشبو بھی رچی بسی ہے، صحابی کا بدلہ لینا مقصد نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا نذرانہ پیش کرنا تھا، یہیں سے معلوم ہوا کہ ہنسی مذاق میں ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے وہ مذاق جو حدود شرعی سے تجاوز کر جائے پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے شریعت نے اس کے کچھ حدود متعین کئے ہیں، مثلاً قانون شریعت کا مذاق اڑانا ناجائز ہے، حتی کہ حضرت امام ابن تیمیہ نے ایسے شخص کو مرتد قرار دیا جو اللہ کی ذات، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑاتا ہو، کسی کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑانا، ڈرانا، دھمکانا، یہ سب منافقین کی صفت ہے، اس لئے حدیث پاک میں اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کا مذاق اڑانے سے روکا گیا ہے، ہنسی مذاق میں لوگوں کے مقام ومرتبہ کا بھی خیال رکھنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ وہ سوئے ادب کے مترادف ہوجائے، بہت سے لوگ ہنسی مذاق میں غیبت، چغل خوری اور عیب جوئی پر اتر آتے ہیں، یہ بھی مومنانہ شان کے خلاف ہے، اگر تفریحِ طبع کے لئے بھی ایسا کیا تو یہ گناہ ہے، عہد نبوت میں منافقین مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لئے بیہودہ باتیں کیا کرتے تھے، جس سے اسلام نے منع کیا، اس لئے ہنسی مذاق میں اسلامی آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے، تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہونے پائے، اگر سب لوگ ان اسلامی اصولوں کو سامنے رکھ کر ہنسی ومذاق کریں تو معاشرے میں اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔

صاحب کردار بنئے

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم جہاں کہیں رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر برائی کے بعد کوئی اچھا عمل کرلیا کرو کہ اچھائی برائی کو مٹادیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ'' (ترمذی شریف)

مطلب: دنیا میں وہی قومیں ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہوتی ہیں جو یقین کی دولت، اصول واخلاق کی قوت اور اعمال وکردار میں نکھار رکھتی ہیں، جو قومیں ان صفات حمیدہ سے عاری ہوتی ہیں، سمجھ لینا چاہئے کہ اس سے انسانیت وشرافت کا سوتا خشک ہوگیا، ظاہری چمک دمک اس کو تباہی سے نہیں بچاسکتی ہے، اسی لئے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مختلف موقعوں پر اعلیٰ اخلاق وکردار سے مزین رہنے کی تلقین فرمائی تاکہ اس کی زندگی ہری بھری رہے، چنانچہ اس حدیث میں تین جامع ہدایت بیان فرمائی، اول یہ کہ تم جہاں کہیں بھی رہو اور جس جگہ بھی رہو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی سے انسان بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال گردش کرتا رہتا ہے کہ ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے: ''ان الذین هم من خشية ربهم مشفقون'' جو لوگ اپنے رب کی خشیت سے ڈرتے ہیں تو اس کی زندگی سراپا بندگی اور عبادت سے معمور ہوجاتی ہے، دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ ہر برائی کے بعد کوئی اچھا عمل کرلیا کرو کہ اچھائی برائی کو مٹادیتی ہے، اولا یہ کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ قابل مذمت ہے، لیکن اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہوں، توبہ وندامت کے آنسو بہائیں اور آئندہ کے لئے پختہ عزم کریں کہ پھر گناہ سرزد نہ ہو، اب اگر گناہ صادر ہو ہی گیا تو فوراً کوئی نیک عمل کرلیں، اس سے گناہ دھل جائے گا اور آخری بات یہ ہے کہ مومن خدائی بلندیوں میں جینے والا انسان ہوتا ہے، اس لئے اس کو ہر حال میں ایک بلند کردار انسان بنا رہنا چاہتا ہے، بلندی فکر کو کسی حال میں ختم نہ کریں، کیونکہ خدا کے نیک اور مقبول بندے وہی قرار دیئے گئے ہیں، جن کے اخلاق بھی اچھے ہوں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ''حسن الخلق خلق الله الاعظم'' خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے، ہم انہی اخلاق کو اچھا کہتے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں اور یہی ہماری زندگی کی روحانی سیر کی آخری منزل ہے، اخلاق کا اس سے بلند تر تخیل ممکن نہیں، اس لئے لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیئے کہ یہ ایمان کا ایک حصہ ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کو غسل کب دیا جائے

س: بعض مرتبہ میت کے خویش واقارب کے انتظار میں جنازہ میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کو دیر تک روکے رکھنا پڑتا ہے، سوال یہ ہے کہ میت کو غسل دے کر رکھا جائے یا نماز جنازہ سے کچھ دیر قبل غسل دیا جائے؟

ج: میت کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کا حکم ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے جنازہ میں تاخیر ہو اور میت کو نہلا کر رکھنے میں اس کے بدن سے رطوبت نکلنے اور کفن کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نماز جنازہ سے کچھ دیر پہلے نہلانے میں کوئی حرج نہیں ہے:

''قال عليه الصلوة والسلام: لاينبغي لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهراني أهله'' (ابو داؤد، كتاب الجنائز: ۲/۴۵۰) ويبادر الى تجهيزه ولا يوخر'' (الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۷)

شوہر کا اپنی مرحومہ بیوی کو یا بیوی کا اپنے مرحوم شوہر کو غسل دینا

س: اگر شوہر کا انتقال ہوجائے تو بیوی اس کا چہرہ دیکھ سکتی ہے اور غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر بیوی کا انتقال ہوجائے تو شوہر اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز جنازہ کو کاندھا دے سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

ج: بیوی اپنے شوہر کا چہرہ دیکھ سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر غسل بھی دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، چہرہ دیکھ سکتا ہے، جنازہ کو کاندھا دے سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر قبر میں بھی اتار سکتا ہے:

''ويمنع زوجها من غسلها ومسها، لامن النظر اليها على الاصح (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۳/۹۰) ولايغسل الرجل زوجته، والزوجة تغسل زوجها دخل بها أو لا بشرط بقاء الزوجية عند الغسل'' (البحر الرائق: ۲/۳۰۶)

بچہ پیدا ہونے کے بعد مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین

س: ایک بچہ بوقت پیدائش زندہ تھا تھوڑی دیر کے بعد فوت ہوگیا، اس کے غسل اور کفن دفن کا کیا حکم ہے؟

ج: جو بچہ پیدا ہونے کے بعد مرجائے تو سنت طریقہ پر اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا، اس کا نام بھی رکھا جائے گا:

''(من ولد فمات يغسل ويصلى عليه) ويرث ويورث ويسمىٰ (ان استهل) بالبناء للفاعل اى وجد منه مايدل على حياته بعد خروج اكثره'' (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۳/۱۳۹)

جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اس کا حکم

س: ایک بچہ ماں کے پیٹ میں ہی مرگیا، اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

ج: جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو زندگی کی کوئی علامت بوقت پیدائش اس میں نہ پائی گئی ہو، اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، البتہ اس کو غسل دے کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے گا اور نام رکھا جائے گا:

''(والا) يستهل (غسل وسمى) عند الثانى وهو الاصح فيفتىٰ به على خلاف ظاهر الرواية اكراما لبنى آدم'' (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۳/۱۳۱)

میت کو سڑ گل جانے کے بعد غسل دینا

س: بعض دفعہ کوئی میت اس پوزیشن میں ملتی ہے کہ اس کا جسم سڑ چکا ہوتا ہے، کیڑے لگ چکے ہوتے ہیں اور تعفن کی وجہ سے قریب جانا بھی مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا غسل دیئے بغیر دفن کیا جاسکتا ہے؟

ج: وہ میت جس کے سڑ گل جانے کی وجہ سے مسنون طریقہ پر غسل دینا ممکن نہ ہو تو اس پر پانی بہا دینا کافی ہے، بلا تجہیز وتکفین اور بلا نماز جنازہ دفن کرنا جائز نہیں ہے: ''ولو كانت الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه كذا فى التاتارخانية'' (الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۸)

مدفون کی قبر پر نماز جنازہ

س: ایک خاتون جو زہر کھا کر مرگئی تھی اس کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کردیا گیا، کیا اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے بشرطیکہ میت کے پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو:

''وان دفن بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه'' (تنوير الابصار: ۳/۱۲۵)

کیا میت کو نہلانے والے پر غسل ضروری ہے

س: بعض حضرات میت کو غسل دینے کے بعد لازماً غسل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے ورنہ ناپاک رہیں گے۔

ج: میت کو غسل دینے سے آدمی ناپاک نہیں ہوجاتا ہے اس لئے اس پر غسل کرنا واجب نہیں ہے، کرلے تو بہتر ہے:

''عن ابن عباس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس عليكم فى غسل ميتكم غسل اذا غسلتموه فان ميتكم ليس بنجس فحسبكم أن تغسلوا ايديكم'' (المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز: ۱/۳۸۶)

غیر محرم عورت کا مرد میت کو دیکھنا

س: ہمارے علاقہ میں عورتیں مرد میت کا چہرہ دیکھتی ہیں، محرم اور غیر محرم کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، یہ درست ہے یا نہیں؟

ج: غیر محرم عورتوں کیلئے جس طرح اجنبی مردوں کو ان کی زندگی میں بالقصد دیکھنا منع ہے اسی طرح مرنے کے بعد دیکھنا منع ہے، لہٰذا ان سے مرنے کے بعد بھی پردہ ضروری ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
پھلواری شریف پٹنہ

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 44 مورخہ ۲؍ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۸؍نومبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

اپنی ذمہ داری محسوس کیجئے

ملک میں جب کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو ہر کس وناکس مسلم قیادت کو بُرا بھلا کہنا شروع کرتا ہے اور پورے طور پر دل کی بھڑاس نکالتا ہے، ایسے ایسے جملے اور ایسی ایسی تجویزیں سامنے آتی ہیں کہ عقل وخرد شرمسار ہوتی ہے، حالیہ دنوں تری پورہ کا واقعہ سامنے آیا، اکابرین نے اس کی مذمت شروع کی، اس پر تبصرہ ہے کہ مذمت سے کچھ نہیں ہوتا، ایک صاحب نے کہا کہ کوئی فلاں صاحب کو خبر کردے کہ تری پورہ جل رہا ہے، اب ان سے کون پوچھے کہ جناب آپ کسی شخص کو کیوں مشورہ دے رہے ہیں، آپ خود جا کر یہ کام کیوں نہیں کر ڈالتے، اس میں تو کسی قسم کا کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، بعض مشورہ دینے والے کو مذمت اور بازآبادکاری کے کام کو بھی کافی نہیں سمجھتے، ان سے کہنا یہ ہے کہ اس مذموم واقعہ کے لیے جو کافی ہواس کی طرف پیش رفت آپ خود کیوں نہیں کرتے، جو لوگ سوشل میڈیا پر صرف مشورہ دینے کا کام کرتے ہیں، وہ خود بھی عملی تگ ودو کر کے دکھائیں، تب نا معلوم ہوگا کہ قائدین خاموش ہیں اور آپ نے بڑھ کر جام ہاتھ میں لیا ہے، دوسروں کو کوس کر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کرنا ایک بچکانہ عمل ہے، تجاویز، قرارداد، مذمتی بیانات کی بھی اپنی اہمیت ہے، کہیں آگ لگی ہو، تو جس کے پاس بالٹی اور پانی ہے، وہ بالٹی پانی لے کر دوڑے، جس کے پاس یہ سہولت نہیں ہے اس کا چلانا کہ آگ لگی ہے، دوڑو، بجھاؤ کی بھی اہمیت ہے، کیا آپ ایسے شخص کو جو چلا چلا کر لوگوں کو بربادی، اور قتل وغارت گری نیز آتش زنی کے خلاف متوجہ کرتا ہے، اسے آپ فضول عمل کہہ کر گذر سکتے ہیں؟

ہمارے قائدین جو کر سکتے ہیں کر رہے ہیں، اس پر انگلی اٹھانے کے بجائے خود بھی متحرک، فعال بنیے، بابو، بابو کرنے کے بجائے اپنا قابو دکھایئے، اپنا قابو دکھانے کا عزم وحوصلہ آپ کے اندر حرکت وعمل پیدا کرتا ہے اور قائدین کو کوسنا آپ کی بزدلی اور بے عملی کا مظہر ہے۔

جرائم کے خوگر بچے

والدین اور گارجین حضرات کی بے توجہی کی وجہ سے بچوں میں بُری عادتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور ان کے جرائم میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے، نیشنل جوڈیشیل ڈاٹا گریڈ اور قومی جرائم رکارڈ بیورو (نیشنل کرائم رکارڈ بیورو) کے مطابق گذشتہ چند سالوں میں سولہ سال سے کم عمر کے بچے بڑی تعداد میں جرائم کے خوگر ہو گئے ہیں، ان کی مجرمانہ ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک رپورٹ کے مطابق سال بھر میں بچوں نے انتیس ہزار سات سو چھیاسی (۲۹۷۸۶) سے زائد واردات کو انجام دیا، جن میں قتل اغوا، چوری، لوٹ اور ڈکیتی جیسے جرائم بھی شامل ہیں، ۲۰۱۹ء کے مقابل یہ تعداد تھوڑی زیادہ ہے، ۲۰۱۹ء مین بچوں کے ذریعہ انجام دیے گئے واردات کی تعداد انتیس ہزار بائیس (۲۹۰۲۲) تھی، ان نابالغ بچوں میں بڑی تعداد ان کی ہے، جن کی تعلیم پرائمری سے آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔

عدالت عظمی (سپریم کورٹ) کے ایک وکیل منیش پاٹھک کی رائے ہے کہ بچوں مین جرائم کی عادت میں اضافہ کی وجہ قانون کا کُھلا پن ہے، بھیانک جرائم کے انجام دینے کے بعد بھی نابالغ ہونے کی وجہ سے جوینائل جسٹس ایکٹ کا سہارا لے کر وہ سزا سے بچ جاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ انہیں تین سال کے لیے ”بال سدھار گرہ“ بھیجا جا سکتا ہے، اس کے بعد وہ رہا ہو کر باہر آجاتے ہیں اور پھر اپنی سابقہ روش پر چل پڑتے ہیں۔ بچوں کو جرائم سے دور رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین اور گارجین حضرات ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیں، سماج میں ایسے ماحول کو پروان چڑھایا جائے، جس میں جرائم سے نفرت کی ذہنیت بنے، انہیں روزگار فراہم کرایا جائے، تاکہ وہ کام سے لگ سکیں، صرف قانون کے ڈنڈا اور اطفال مزدوری کو روک کر اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا، صالح اقدار کو فروغ دینے کے لیے حکومت نہیں سماج کو بھی اپنی ذمہ داری نبھانی ہوگی۔

بے کس اور بے بس قیدی

جو لوگ مجرم ہیں، انہیں یقیناً سزا ملنی چاہیے اور ہمارا ماننا ہے کہ اس میں قانون کو اپنا کام کرنے دینا چاہیے، لیکن پریشانی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب مختلف قانون کے تحت لوگوں شکوک وشبہات کی بنیاد پر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور زمانہ دراز تک چارج شیٹ داخل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا موقع بھی میسر نہیں آتا اور کہنا چاہیے کہ جیل میں انہیں سڑا دیا جاتا ہے، قصور قانون کا نہیں اس سسٹم کا ہے، جس کی وجہ سے پولیس من مانی کرتی ہے، اپنی تحویل میں لے کر تعذیب کے ذریعہ جسے ان کی اصطلاح میں تھرڈ گریڈ کہا جاتا ہے، ناکردہ گناہوں کا اقرار کراتی ہے، پولیس تحویل میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی کہانی بار بار ہمارے سامنے آچکی ہے، اس لیے ملزم کے لیے عدالتی تحویل نسبتاً راحت کا سبب ہوتا ہے اور وہ جسمانی اذیت سے بڑی حد تک محفوظ رہتا ہے۔

چارج شیٹ داخل بھی ہو جائے تو ہمارے یہاں انصاف کا حصول اس قدر مہنگا ہے کہ اوسط قسم کا انسان عدالت میں اپنی بے گناہی کے لیے وکلاء کی موٹی فیس ادا کرنے پر بھی قادر نہیں ہوتا، پھر بار بار جو تاریخیں پڑتی رہتی ہیں اس کے اخراجات الگ ہیں، صورت حال اس قدر خراب ہے کہ شاہ رخ خان کے بیٹے آرین خان کو منشیات کے ایک مبینہ معاملہ میں اٹھائیس روز لگ گئے، جب کہ ممبئ کے سرکردہ اور نامور وکلاء کی پوری ٹیم شاہ رخ خان نے کھڑی کر دی تھی، ان کے وکیل ستیش مانشندے نے بڑی اہم بات کہی کہ آرین خان خوش نصیب ہیں جنہیں بہترین قانونی ٹیم ملی، ظاہر ہے جیلوں میں بند دوسرے قیدی اس قدر خوش نصیب نہیں ہیں، اس کی تصدیق نیشنل کرائم رکارڈس بیورو (این سی آر بی) کی اس رپورٹ سے ہوتی ہے جو کئی سال کے بعد شائع ہوئی ہے، اور جس میں ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۶ء تک کے ہی اعداد وشمار درج ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ملک کی چودہ سو جیلوں میں ۲۰۱۶ء تک چار لاکھ تینتیس ہزار قیدی تھے، ان میں سے جن پر جرم ثابت ہو چکا اور جنہیں سزا سنادی گئی ان کی تعداد ۱۳۵۶۸۳؍تھی اور زیر سماعت قیدیوں کی تعداد ۲۹۳۰۵۸ تھی، اس کا مطلب ہے کہ ۶۷؍فی صد قیدی زیر سماعت تھے۔ اسے اعداد وشمار کے اعتبار سے آپ دو تہائی بھی کہہ سکتے ہیں، افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ۱۶۴۹؍قیدی خواتین کے ساتھ ۱۹۴۲؍بے گناہ اور معصوم بچے بھی جیل کی ہوا کھا رہے ہیں، ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اس ماں کے بچے ہیں جو قید ہیں، اور ان کے مقدمات زیر سماعت ہیں، جیل ضابطہ کے مطابق چھ سال تک وہ اپنی ماں کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

ان اعداد وشمار کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدی خواتین سے زیادہ جیلوں میں بے گناہ معصوم بچے ہیں، ہم بار بار اس بات کو لکھ چکے ہیں کہ نصاف میں تاخیر بھی بے انصافی جیسا عمل ہے، یقیناً ہندوستانی عدلیہ پر ہمیں بھرسہ ہے، لیکن انکوائری، چارج شیٹ اور ٹرائل میں جو تاخیر ہوتی ہے اس کی وجہ سے جیلوں میں بند قیدی بے کس بھی ہیں اور بے بس بھی، عدالت اور سسٹم کو اس پہلو بھی دھیان دینا چاہیے۔

زیکا وائرس کا حملہ

خبروں کے مطابق اتر پردیش پر زیکا وائرس نے حملہ کر دیا ہے، اب تک ۳۲؍مریض اس وائرس سے متاثر پائے گئے ہیں۔ اس وائرس کے تیزی سے پھیلنے کے اندیشے بے سبب نہیں ہیں، چند سال قبل برازیل میں کچھ دنوں سے چھوٹے سر والے بچوں کی پیدائش ہو رہی تھی، اور ان کا دماغ ان کی عمر کے اعتبار سے ڈولپ نہیں ہوتا تھا، ڈاکٹروں کے لیے یہ تشویش کی بات تھی، تحقیق شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ ایک نئے وائرس ذیکا کی کارستانی ہے، اس وائرس نے اپنے حلقے کو وسیع کرنا شروع کیا، اور ڈبلو، ایچ، او کی تحقیق کے مطابق یہ مرض ۲۴؍ملکوں میں پھیلا، اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف کولمبیا میں وہاں کے سرکاری اعلان کے مطابق اکتیس سو حاملہ عورتیں اس کی زد میں آئیں، زیکا وائرس کے پھیلنے کے جو اسباب ہیں، ان میں ڈینگو پھیلانے والے مچھروں کا بھی عمل دخل ہے، چونکہ ہندوستان ڈینگو کے لیے مشہور ہے، اس لیے یہاں اس وائرس کے پھیلنے کا خطرہ شدید ہے، تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ لاطینی امریکہ میں یہ وائرس تیزی سے پاؤں پھیلا سکتا ہے، مرکزی وزارت صحت وخاندانی بہبود کو صورت حال پر نظر رکھنے اور ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے ضروری اور فوری اقدام کی ضرورت ہے، ایسا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کی علامات واضح نہیں ہیں، اور اسکرینگ ٹسٹ کے بغیر اس کی معلومات انتہائی دشوار ہے، اس وائرس سے بچاؤ کی تدابیر اپنے طور بھی کی جائے، اور اس کی شکل یہ ہے کہ صاف پانی میں پیدا ہونے والے مچھروں کو پھیلنے سے روکا جائے، یہی اس سے بچاؤ کی بہتر تدبیر ہے، ورنہ ایبولا کی طرح یہ بھی بڑے پیمانے پر تباہی، اعصابی امراض اور ناقص الخلقت بچوں کی پیدائش کا سبب ہوگا، قارئین کو یاد ہوگا کہ ایبولا کی وجہ سے گلوبل ایمرجنسی کا اعلان ہوا تھا اور اس کی وجہ سے چند سال قبل ہزار لوگ لقمۂ اجل بنے تھے۔

رکارڈ توڑ

پٹرول، ڈیزل کے دام جس تیزی سے گذشتہ اکتوبر کے تیس دنوں میں بڑھے ہیں، اس نے ماضی کے تمام رکارڈ توڑ ڈالے، ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ ایک ماہ سے کم میں اٹھارہ بار پٹرول، ڈیزل کے داموں میں اضافہ ہو، لیکن بی جے پی حکومت میں کچھ بھی ممکن ہے، کہا جاتا ہے کہ مودی ہے تو ممکن ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ ماہ پٹرول ۵۳-۲۳ اور ڈیزل ۸۶-۲۱ روپے مہنگا ہو ، جو قیمت بڑھ جاتی ہے اس کے یہاں کم ہونے کی روایت نہیں ہے، ملک کا بازار بڑے اجروں کے ہاتھ میں ہے، سرکار کے پاس قیمتوں کے کنٹرول کا کوئی ضابطہ نہیں ہے، اگر سرکار کی پکڑ ہوتی ہے تو پٹرول ڈیزل کے دام سال بھر میں ۲۸؍ فی صد نہیں بڑھتے، ۲۰۰۸ء سے ۲۰۲۱ء تک جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۰۸ء میں پٹرول کے دام میں ۴۷-۱۳، ۲۰۰۹ء میں ۸۴-۱۳، ۲۰۱۰ء میں ۹۰-۹، ۲۰۱۱ء میں ۷۵-۲۰، ۲۰۱۲ء میں ۴۷-۲۲، ۲۰۱۳ء میں ۴۶-۱۷، ۲۰۱۴ء میں ۷۸-۱۶، ۲۰۱۵ء میں ۷۸-۱۰، ۲۰۱۶ء میں ۲۳-۸، ۲۰۱۷ء میں ۷۶-۹، ۲۰۱۸ء میں ۱۷-۸، ۲۰۱۹ء میں ۲۷-۶، ۲۰۲۱ء میں ۵۳-۲۳ روپے کا اضافہ درج کیا گیا، اس پوری مدت میں صرف ۲۰۲۰ء میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، ۲۰۱۹ء انتخابی سال تھا، اس لیے ۲۰۱۴ء کے بعد مودی حکومت میں اس سال سب سے کم اضافہ ہوا، ۲۰۲۰ء میں عوام پر احسان کیا گیا کہ کوئی اضافہ نہیں ہوا، شاید بے مثال جیت کی وجہ کر مودی جی کی طرف سے یہ تحفہ دیا گیا کہ کمی نہیں ہوئی تو کم از کم پٹرولیم اشیاء کی قیمت بڑھا کر مزید بوجھ ہم پر نہیں ڈالا گیا۔ پٹرول ڈیزل کی قیمت میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچے تیل کی قیمت عالمی مارکیٹ میں بڑی ہے، یہ بڑا جھوٹ ہے، اگر ایسا ہے تو پڑوسی ملک نیپال میں پٹرول، ڈیزل ہندوستان کی بہ نسبت کیوں سستا ہے، یہ غور کرنے کی بات ہے۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں پر مرکز اور ریاست نے غیر معمولی ٹیکس لگا رکھا ہے، اس ٹیکس کو اگر کم کر دیا جائے تو ان کی قیمتیں آدھی رہ جائیں گی، لیکن سرکار کو حکومت چلانے کے لیے روپے چاہیے اور یہ روپے سب سے زیادہ آب کاری شراب وغیرہ سے آتے ہیں، یا پٹرولیم سے، اور چیزوں پر ٹیکس جی ایس ٹی کی وجہ سے مشترکہ ہے، لیکن پٹرولیم ٹیکس مرکزی حکومت بھی لگاتی ہے اور ریاستی حکومتیں بھی، یہی وجہ ہے کہ ملک کی مختلف ریاستوں میں پٹرول وڈیزل کی قیمت الگ الگ ہوتی ہے، ریاست کا ٹیکس زیادہ ہے تو قیمت زیادہ ہوگی، کم ہے تو قیمت کم ہوگی، یہی وجہ ہے کہ کرناٹک، بہار، تلنگانہ، مہاراشٹر، راجستھان اور مدھیہ پردیش میں ایک سو دس روپے باون پیسے سے لے کر ایک سو پندرہ روپے برانوے پیسے تک ہے، یہ وہ ریاستیں ہیں، جن کے ٹیکس نے پٹرولیم اشیاء کو مہنگا کر رکھا ہے، لیکن اسی ملک کی ریاست گجرات، اتراکھنڈ، آسام، جھارکھنڈ، ہماچل پردیش، آندھرا پردیش میں پٹرول کی قیمت ایک سو تین روپے ستاون پیسے سے لے کر ستاسی روپے چوبیس پیسے آج بھی ہے، اس پورے منظر نامہ میں آج بھی آندھرا پردیش میں پٹرول ۲۴-۸۷ روپے اور ڈیزل اسی روپے اکیس پیسے بک رہا ہے، جب کہ سب زیادہ قیمت پٹرول کی مدھیہ پردیش میں ایک سو پندرہ روپے برانوے پیسے ہے، ڈیزل کی قیمت بڑھانے میں سرفہرست راجستھان ہے، جہاں ڈیزل ایک سو پانچ روپے پچھتر پیسے بک رہا ہے۔

حالیہ ضمنی انتخاب میں بی جے پی کی شکست کا اتنا اثر ہوا ہے کہ پٹرول میں تقریباً پانچ روپے اور ڈیزل میں دس روپے کم کیے گئے ہیں، لیکن پچھلے ایک مہینے میں جتنا اضافہ ہو چکا ہے، کم کرنے کے باوجود بھی دام آسمان چھو رہا ہے۔ ہندوستان کی حکومت رفاہی ہے، اس لیے اسے بڑے تاجروں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے بجائے عوام کو راحت دینے کے لیے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے ٹیکس میں کمی ہونی چاہیے ورنہ پہلے ہی سے مہنگائی کی مار برداشت کر رہی عوام کے لیے ضروریات زندگی کا حصول دشوار ہوگا، پیٹ کی آگ جرائم کی طرف بھی لے جا سکتی ہے اور خودکشی کی طرف بھی اور یہ دونوں ملک کے لیے انتہائی نقصاندہ ثابت ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد حنیف قاسمیؒ

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ وارباب حل وعقد کے رکن، آل انڈیا ملی کونسل کے مدعو خصوصی، مدرسہ رحیمیہ گاڑھا موجودہ ضلع مدھے پورہ، سابق استاذ و پرنسپل بہت سارے مکاتب و مدارس کے سرپرست مولانا محمد حنیف قاسمی بن نبی بخش بن ابو محمد کا ۲۵/اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز سوموار، بوقت ساڑھے نو بجے صبح اپنے آبائی گاؤں رحمت گنج، تھانہ شری نگر وایا کمار کھنڈ ضلع مدھے پورہ میں انتقال ہو گیا، ایک سال قبل فالج کا حملہ ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کے چلنے پھرنے کی قوت کو سخت نقصان پہونچا تھا، لاٹھی کے سہارے ضرورت کے مطابق چل لیا کرتے تھے، بڑھاپا خود بھی ایک بیماری ہے، جو موت تک پہونچا کر دم لیتا ہے، جنازہ کی نماز ۲۶/اکتوبر کو بعد نماز عصر ان کے منجھلے داماد قاری سیف اللہ نعمانی، امام عیدین کدواہا نے بڑھائی اور رحمت گنج کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں پہلی اہلیہ سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں اور دوسری اہلیہ سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں کل سات لڑکی اور چھ لڑکے کو چھوڑا، جن میں کئی عالم اور حافظ ہیں۔

مولانا محمد حنیف قاسمی کی ولادت اسناد کے مطابق ۲۶/جنوری ۱۹۳۹ء مطابق ۲۰/شوال ۱۳۵۹ھ کو رحمت گنج موجودہ ضلع مدھے پورہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم محلے کے میاں جی مولوی بھوٹائی سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ رحیمیہ گاڑھا میں داخل ہوئے، اور دو سال رہ کر وہاں کے اس وقت کے اساتذہ خصوصا مولانا محمد جمیل صاحب سے کسب فیض کیا، تعلیم بھی پائی اور تربیت بھی، وہاں سے جامعہ رحمانی مونگیر چلے گیے اور چار سال دور طالب علمی کے یہاں گذارنے کے بعد دار العلوم دیو بند کا رخ کیا، جامعہ رحمانی مونگیر کے آپ کے اساتذہ میں امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ بھی تھے، جن سے آپ نے شرح تہذیب پڑھی تھی، بخاری شریف آپ نے دار العلوم میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ سے پڑھی اور یہیں سے ۱۹۵۸ء میں سند فراغ حاصل کیا، قابل ذکر ہے کہ دار العلوم دیو بند میں آپ کا داخلہ بھاگلپوری طالب علم کی حیثیت سے ہوا اور فراغت سہرساوی کی حیثیت سے ہوئی۔

تدریسی زندگی کا آغاز دار العلوم لطیفی کٹیہار سے کیا، چھ ماہ کے بعد اپنے استاد مولانا محمد جمیل صاحب کی تحریک اور حضرت امیر شریعت رابعؒ کی اجازت سے مدرسہ رحیمیہ گاڑھا چلے آئے اور سبکدوش ہونے تک پوری زندگی مادر علمی کی خدمت کرتے رہے، ۳۱/جنوری ۲۰۰۱ء میں سبکدوشی کے بعد بھی آپ علمی میدان میں سرگرم رہے، جس سے علاقہ کو بہت فائدہ پہونچا، آپ کے رفقاء درس میں مولانا محمود صاحب قاسمی پورینی، مولانا محمد حنیف ثانی قاسمی، مولانا عبد الستار قاسمی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اکابر علماء سے آپ کے گہرے مراسم تھے وہ لوگ مولانا پر اعتماد کرتے تھے، اس حوالہ سے حضرت امیر شریعت رابعؒ اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کا نام لیا جا سکتا ہے، ان حضرات کی شفقت مولانا پر آخری دم تک رہی۔

مولانا کی نانی ہال اسرائین موجودہ ضلع مدھے پورہ تھی، والدہ منگلی خاتون بنت محمد اصغر علی تھیں، مولانا تین بھائی میں دوسرے نمبر پر تھے، بڑے بھائی محمد شفیق الحق مرحوم تھے، جن کے نواسہ مولانا مفتی زاہد حسین صاحب قاسمی ہیں جو ایک زمانہ تک راور کیلا میں امارت شرعیہ کے قاضی رہے، ان دنوں علاقہ کے ایک اسکول میں سرکاری معلم کے طور پر خدمت انجام دے رہے ہیں، تیسرے بھائی مولانا محمد سلیم اسجد قاسمی حی القائم ہیں، ایک بہن آمنہ خاتون بھی تھیں جو مولانا کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔

مولانا نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، پہلی شادی گلشن آرا بنت محمد یٰسین مقام کدواہا ضلع ارریہ سے ہوئی تھی، ان سے تین لڑکے مولانا شمیم اختر ندوی، نسیم اختر، فہیم اختر اور تین لڑکیاں زاہدہ خاتون، ساجدہ خاتون اور عابدہ خاتون ہیں، ۱۹۸۳ء میں ان کے انتقال کے بعد نکاح ثانی حوا خاتون بنت محمد اسحاق مقام زور گنج ضلع ارریہ سے کیا، جن سے تین لڑکے حافظ کلیم اختر، حافظ نعیم اختر اور مولوی عظیم اختر اور چار لڑکیاں غزالہ پروین شائستہ نازنین، نغمہ چاندی اور شگفتہ چاندی تولد ہوئیں، غزالہ پروین تو اللہ کو پیاری ہو گئیں، بقیہ حی القائم ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مولانا کثیر العیال تھے، ایک درجن سے زائد لڑکے لڑکیوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت آسان کام نہیں ہے، وہ بھی بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی ملازمت کے ساتھ، جہاں تنخواہ پہلے بہت قلیل تھی اور کبھی کبھی اس تنخواہ کو نکالنے میں چھ مہینے اور سال بھر کی مدت گذر جاتی تھی، مولانا نے اس قلیل یافت میں اپنے بچے بچیوں کی پرورش کی، انہیں پڑھا لکھا کر کام کا بنایا یہ اپنے میں خود ہی بڑی بات ہے، جو مولانا کی قناعت پسندی اور ان کے گھر چلانے کی مضبوط صلاحیت کا مظہر ہے، انہوں نے پوری زندگی اسی قناعت پسندی کے ساتھ کفایت شعاری سے گزار دیا، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کفایت شعاری آدھی آمدنی ہے، مولانا محمد حنیف صاحب قاسمی نے اس آدھی آمدنی کا سہارا لیا تو اللہ نے زندگی اچھے انداز میں گذار دی، توکل الی اللہ اور قناعت پسندی میں بڑی طاقت ہے اور اس طاقت کی حقیقت مولانا مرحوم کی زندگی کو دیکھ کر سمجھ میں آتی ہے۔

مولانا نے پوری زندگی پڑھنے پڑھانے کا ہی کام کیا، اس حیثیت سے آپ استاذ الاساتذہ ہیں، آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے جو ملک میں دینی، ملی اور سماجی خدمات میں مصروف ہیں، میرے قدیم رفیق مولانا نور اللہ ندوی مدھے پورہ اور مولانا محمد ابو الکلام شمسی شعبہ تعلیم اور معاون ناظم امارت شرعیہ بھی ان کے شاگردوں میں ہیں۔

مولانا مرحوم سے میرے تعلقات انتہائی قدیم تھے، جس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی میں مدرس تھا اور جمعیت شباب اسلام بہار کا جنرل سکریٹری ہوا کرتا تھا، اس زمانہ میں پہلی بار پرسا جانا ہوا تھا، وہاں جمعیت شباب اسلام کے ذریعہ مولانا نور اللہ ندوی صاحب کے گاؤں میں مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی، پرسا کا راستہ گاڑھا ہو کر ہی گزرتا ہے، مولانا نور اللہ صاحب کے والد بھی مدرسہ رحیمیہ گاڑھا میں پڑھاتے تھے، اس کی وجہ سے پہلے مدرسہ میں حاضری ہوئی، پھر پرسا جانا ہوا، مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات یہیں ہوئی تھی، میں نے انہیں منکسر المزاج، تواضع اور سادگی کا پیکر پایا، وہ دوسروں کی عزت نفس اور حفظ مراتب کا خاص خیال رکھتے تھے، علاقہ میں دینی شعور اور تعلیم کے فروغ کے لیے ان کی فکرمندی نمایاں تھی، اسی فکرمندی کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے مدرسہ اسلامیہ مغلا گھاٹ نندیا ضلع سوپول کا سرپرست بنایا تھا، اس کے علاوہ مدرسہ سلیمانیہ رفیقیہ رام نگر بازار، دار العلوم نورانی چوک چین پور، مدرسہ قاسم العلوم رحمت گنج پوربی محلہ، مدرسہ فلاح المسلمین جدوہ پٹی، جامعہ اسلامیہ سراج العلوم ڈپرکھا مدھے پورہ، مدرسہ نظامیہ تعلیم القرآن کھنا ضلع پورنیہ، مدرسہ جامع العلوم کدواہا ضلع ارریہ، مدرسہ اصحاب صفہ للکوریہ وایا کمار کھنڈ ضلع مدھے پورہ سے بھی ان کی وابستگی مختلف حیثیات سے تھی۔

ان کی وفات سے اس پورے علاقہ کا ملی، تعلیمی نقصان ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس نقصان کی تلافی کی شکل پیدا کر دے، علاقہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، مولانا مرحوم کو جنت الفردوس دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی کریم۔

کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

دل پسند باتیں

مولانا علی احمد قاسمی بن حضرت محمد یونس امین صاحب بانی و مہتمم جامعہ رشید العلوم امین نگر مہیش پور ڈاک خانہ تیلوا وایا مہشی ضلع سہرسا مدرسہ کے اہتمام اور دوسرے دینی و تعلیمی کاموں کے ساتھ تصنیف و تالیف کا ساف ستھرا ذوق رکھتے ہیں، ان کی کئی کتابیں مثلا آئینہ صالحین، نادر کلام، عربی محاورات، قیمتی اعمال کی نیکیاں، ملفوظات اولیاء، مواعظ تبلیغ، خطبات عالیہ، سفر عاقبت، وقت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں طبع ہو کر مقبول اور معروف ہو چکی ہیں۔

''دل پسند باتیں'' مولانا کی دسویں کتاب ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۸ء میں آیا تھا، دوسرا ایڈیشن بس آیا ہی چاہتا ہے، اس کتاب میں مولانا نے حکمت و دانائی کی باتوں کو ایک خاص انداز میں جمع کر دیا ہے، یہ خیال ان کے دل میں ترمذی و ابن ماجہ میں موجود اس حدیث کی وجہ سے پیدا ہوا، جس میں کہا گیا ہے کہ حکمت و دانائی کی بات صاحب حکمت اور دانا شخص کی گم شدہ چیز ہے، پس جہاں وہ پائے، وہاں سے لینے کا وہ زیادہ حقدار ہے، بعض روایتوں میں الحکمة ضالة المؤمن کے الفاظ بھی آئے ہیں، جس سے ایمان والوں کی خصوصیت کا پتہ چلتا ہے، مولانا نے اسے اپنی کتاب کا سرنامہ بنایا ہے، کتاب کا انتساب والد مرحوم کے نام کیا ہے جو ان کی سعادت مندی پر دال ہے۔ پیش لفظ فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ، تقریظ مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی صدر مفتی و صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد اور حرف چند ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج سری پیٹ تلنگانہ کا ہے، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ نے لکھا ہے:

''زیر نظر کتاب میں مصنف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مختلف ادوار کے علماء، صلحاء، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال و نصائح کو نمبر وار ذکر کرنے کی کوشش کی ہے، جو ہر طبقہ کے لوگوں کے لیے مفید چیز ہے، مصنف کی یہ کوشش قابل قدر ہے، کیوں کہ مختلف کتابوں اور رسائل سے مضامین کو منتخب کر کے جمع کرنا ایک مشکل کام ہوتا ہے'' (ص ۳۰)

مولانا مفتی محمد جمال الدین نے لکھا ہے کہ ''دل پسند باتیں خضر راہ کا کام دیگی، مؤلف نے مطالعہ کے سمندر میں غواصی کر کے قیمتی موتیاں ڈھونڈھ نکالی ہیں، کتابوں کا جگر چاک کر کے جواہرات کو اکٹھا کیا ہے، اور چمنستان علم و عرفان سے رنگا رنگ پھولوں کو جمع کر کے ایک حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔'' (ص ۳۲)

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی نے لکھا ہے کہ ''ان اقوال زریں سے شریعت کے بہت سے اسرار و رموز اور گتھیاں سلجھانے میں مدد ملے گی۔ مؤلف نے ان بکھرے اقوال کو یک جا کر کے اپنی علمی ذوق اور وسعت مطالعہ کا ثبوت دیا ہے۔'' (ص ۳۵) خود مؤلف کا خیال ہے کہ ''یہ جمع شدہ زریں کلمات و گراں قدر موتی و جواہرات ہیں جو بزرگان دین کی کتابوں کے صفحات کے سینوں میں مخفی تھے۔ یہ بیش بہا جواہرات دریا بہ کوزہ کے ساتھ خیر الکلام ماقل و دل کے مصداق ہیں۔ (ص ۳۶)

دو سو چودہ صفحات پر مشتمل یہ کتاب نو ابواب اور ایک متفرقات پر مشتمل ہے، پہلے باب کے تحت ذیلی عناوین درج نہیں ہیں، ہر باب کے تحت اس کے نمبر کے اعتبار سے احادیث و اقوال درج کیے گیے ہیں، یہ سلسلہ دس تک پہونچتا ہے، یعنی دوسرے باب میں دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے، تیسرے میں تین اور نویں میں دس باتوں کو نقل کیا گیا ہے، ہر بات کے تحت بہت سارے اقوال نقل کیے گیے ہیں، کہنا چاہیے کہ یہ بکھرے موتی ہیں، جنہیں انتہائی سلیقہ سے اکابر کی کتابوں سے نکال کر اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے، یہ ورق ورق روشن ہے، جس پر عمل کر کے انسانی اور ایمانی زندگی روشنی کے تمام مراحل طے کر سکتی ہے۔ اور آدمی ایسی زندگی گذارنے پر قادر ہو سکتا ہے جو اللہ و رسول کو محبوب اور پسندیدہ ہیں، مؤمن کی سوچ و فکر کا مرکز و محور یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کر لے اور اسوۂ نبی کو اپنا کر جنت کا مستحق ہو جائے۔

کتاب کی کمپوزنگ سلیقے سے قبا گرافکس حیدر آباد نے کی ہے، طباعت، کاغذ، جلد اور بائینڈنگ بھی دل پسند ہے، ناشر امین لائبریری امین نگر، مہیش پور سہرسا ہے، قیمت دو سو روپے؛ کتاب کے تاجروں کے کمیشن کو سامنے رکھیں تو زائد نہیں ہے، مطبع کا پتہ درج نہیں ہے، بعض جگہوں پر تعبیرات بدلنے کی ضرورت ہے، مثلا پہلے باب کا آغاز اس جملہ سے ہوتا ہے کہ ''اس باب میں وہ باتیں درج ہیں جو ایک ایک لفظ پر مشتمل ہیں'' جو باتیں درج کی گئی ہیں، ان میں کئی جملے ہیں، صحیح تعبیر یہ ہے کہ وہ باتیں درج ہیں، جن میں صرف ایک بات، کام یا چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب میں جہاں سے جو بات لی گئی ہے اس کے حوالہ کا اہتمام کیا گیا ہے، اگر ان کتابوں، مصنفین اور جہاں سے وہ شائع ہوئی ہیں، اس کا ایک اشاریہ کتاب کے آخر میں دے دیا جاتا تو قارئین کو سہولت ہوتی اور حوالہ سے مکمل واقفیت ہو جاتی، ابھی جو طرز اس کتاب میں موجود ہے، اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حوالہ والی کتابیں کن کی ہیں اور ان کی اہمیت کیا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ اگلے ایڈیشن میں اس کا اہتمام کیا جائے گا۔

میں اس اہم کتاب کی تالیف پر مولانا علی احمد قاسمی کو مبارکباد دیتا ہوں، اللہ نے ان سے ایک اچھا کام لے لیا، دعا کرتا ہوں کہ اللہ اسے امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بنا دے اور اسے قبول عام و تام حاصل ہو، کتاب مؤلف کے پتہ سے مل سکتی ہے، جو آغاز میں ہی درج کر دیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۱۹

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت مدرس

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھند☆

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کا مشغلہ علم وعمل عبادت وریاضت، ارشاد وتبلیغ، پند وموعظت اور جہاد واجتہاد تھا، وہ علم کے جس اونچے مقام پر فائز تھے، جو روز روشن کی طرح عیاں ہے، وہ علم کے اس بلند مقام پر پہنچ کر اگر اپنے علوم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچاتے تو زندگی میں ایک بڑا خلا محسوس کیا جاتا، لیکن بحمد للہ آپ کی حیات میں تدریس کے بھی عمدہ نمونے ملتے ہیں، جن کے مستفیدین اور تلامذہ وقت کے آفتاب وماہتاب اور اپنے عصر کے مرجع عوام وخواص نظر آتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کی شان تدریس:

حضرت نانوتویؒ کے درس سے کما حقہ وہی طلبہ فائدہ اٹھا سکتے تھے جو ذی استعداد اور ذی وذہین ہوں اور پہلے سے کتاب کا بغور مطالعہ کر چکے ہوں۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصنیفات دیکھ کر حضرت نانوتویؒ کے درس میں حاضر ہوتا تھا اور وہ باتیں پوچھتا تھا جو شاہ صاحبؒ کی تصنیفات میں غایت مشکل ہوتی تھیں شاہ صاحبؒ کے یہاں جو آخری جواب ہوتا تھا وہ حضرت اول ہی مرتبہ فرمادیتے تھے میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا۔ (ارواح ثلاثہ حکایت: ۳۴، تاریخ دارالعلوم: ج ا رص ۱۱۳)

دارالعلوم کے ابتدائی زمانہ میں چند دن چھتہ کی مسجد میں اقلیدس کا درس دیا ہے دوران درس میں جب طلبہ کو کسی شکل کے سمجھانے کی ضرورت پیش آتی تو بغیر آلات کی مدد کے انگلی سے زمین پر شکل کھینچ کر سمجھا دیتے تھے دراں حالیکہ ریاضی اور اقلیدس کا مطالعہ آپ نے دہلی کالج میں بغیر استاذ کی رہنمائی کے بطور خود کیا تھا۔ (تاریخ دارالعلوم: ج ا رص ۱۱۴)

دقیقہ سنجی ونکتہ آفرینی:

مولانا یعقوب نانوتویؒ نے حضرت نانوتویؒ کے درس مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ایک بار مولوی صاحبؒ نے میرٹھ میں مثنوی مولانا روم پڑھانا شروع کی دو چار شعر ہوتے اور عجیب وغریب بیان ہوتے''۔ (سوانح عمری، مولانا یعقوب تھانوی، ص: ۳۵)

حقیقت یہ ہے کہ دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں پر حضرت والا مجبول ومخلوق تھے سیدھی سادی چیزوں سے بھی ان کا دل اور ان کا دماغ حیرت انگیز اور گہرے نتائج نکالنے کا عادی تھا، آپ میں ارادت وافکار کی تعبیر وتجبیر کا بھی کافی حسن سلیقہ قدرت کی طرف سے دیعت کیا گیا تھا، جس کا اندازہ آپ کی کتابوں سے ہوتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ سنگین سے سنگین حقیقتوں کو اپنی بعض کتابوں میں آپ نے موم بنا کر رکھ دیا ہے، ''حجۃ الاسلام'' اور ''تقریر دلپذیر'' اس کی مثال کیلئے کافی ہے، اسی طرح وہ موم کو پتھر کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے تھے، جس کی عمدہ مثال ''آب حیات'' ہے۔

عمومی درس سے احتراز:

علم کے لوازم امامت وخطابت افتاء وغیرہ سے آپ کا احتراز ارادی تھا ٹھیک اسی طرح درس وتدریس کے مشغلہ سے بھی قصداً پرہیز وگریز کے لئے آپ نے ایسا رنگ اپنی تقریر کا اختیار فرمایا ہو جو کہ برتر از فہم وتعقل تھیں، اس میں بھی اضطرار سے زیادہ دخل آپ کے ارادی فیصلہ کا معلوم ہوتا ہے۔

درس مثنوی مولانا رومؒ:

بہر حال آپ نے مختلف کتابوں کا مختلف موقعوں پر درس دیا جس کا ایک مختصر خاکہ پیش خدمت ہے:

مولانا یعقوب نانوتویؒ نے اپنی مختصر کتاب میں حضرت نانوتویؒ کے مثنوی مولانا روم پڑھانے کا ذکر کیا ہے کہ:

''ایک بار مولوی صاحبؒ نے میرٹھ میں مثنوی مولانا روم پڑھانا شروع کی، دو چار شعر ہوتے، اور عجیب وغریب بیان ہوتے''۔ (سوانح عمری، مولانا یعقوب نانوتویؒ: ص ۳۵)

یعنی سلوک ومعرفت کے ایسے نکات وحقائق بیان کئے جاتے تھے کہ عام طور پر متصوفین کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی تھی۔

درس آب حیات:

حضرت شیخ الہند کا بیان ہے کہ: ''میں نے آب حیات (مؤلفہ حضرت نانوتویؒ) وغیرہ حضرت سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے''۔ (سوانح قاسمی: ج ا رص ۴۳۴)

ان واقعات وروایات سے پتہ چلتا ہے کہ عام مدرسین کی طرح نصاب کی مروجہ کتابوں کا درس نہیں دیتے تھے، بلکہ شوقین اور شائق اہل علم کو ان کے ذوق کے مطابق درخواست کرنے پر وہ کتابیں بھی پڑھاتے تھے جن کا درسیات کے نصاب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا، آب حیات حضرت نانوتویؒ کی خود تصنیف ہے جس کا موضوع مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا انداز بحث خالص متکلمانہ ہے اور سارے اصطلاحی الفاظ وہی صغریٰ کبریٰ اور مقدمات کی ترتیب پھر ان سے نتائج کا استخراج سب کچھ وہی ہے جو متکلمین کی کتابوں میں ہے، اس لئے کتاب اردو میں ہونے کے باوجود اس کو پڑھ کر سمجھ لینا کچھ آسان نہیں ہے، یہ کتاب ذہانت وفراست کا امتحان بن جاتی ہے۔

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

بزرگان دین اور اولیاء کرام کے ہزاروں دلچسپ حکایات وواقعات سیرت وسوانح کی کتابوں میں موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے ایمان میں تازگی، فکر میں وسعت وبلندی اور دل میں قوت وتوانائی پیدا ہوتی ہے، اس میں شک نہیں کہ تقریروں میں حکایات وواقعات بیان کرنے سے جہاں تقریریں دلچسپ ہوتی ہیں وہیں راہ راست سے ہٹے ہوئے لوگوں کے لئے مشعل راہ بھی ثابت ہوتی ہیں، اسی جذبہ کے تحت ہر ہفتہ نقیب میں اہل دل کے واقعات لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا تا کہ پند وموعظت سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے خواں یغما ثابت ہوں، یہاں قارئین کی خدمت میں چند واقعات پیش کئے جارہے ہیں، امید ہے کہ پسند فرمائیں گے۔

مشکلات کے عادی بنئے

رام پور کے ایک صاحب تائب ہو کر حضرت شاہ مولانا محمد یعقوب مجددی سے بیعت ہوگئے، وہ کسی زمانہ میں وہاں کے بڑے مشہور چور تھے، چوری کے لئے بڑی اونچی جست لگاتے تھے اور کوٹھیوں پر پھاند جاتے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تم کو ایسی مشق کہاں سے ہوئی، کہنے لگے کہ ہم کو بچپن سے اس کی مشق کرائی جاتی ہے، اس کا ایک خاص فن اور نظام ہے، ہم لوگوں کو جو کپڑے پہنائے جاتے ہیں، وہ ہرے اور دوتہہ کے ہوتے ہیں، پاجامہ بھی اسی طرح کا کرتا، صدری، ٹوپی بھی اسی طرح کی، ہر کپڑے کے خول میں ریت بھردی جاتی ہے، تولے، ماشے سے شروع کر کے سیروں تک اس کو پہونچایا جاتا ہے اور اسی میں تھوڑی تھوڑی ریت ڈال کر ہم سے جست کرائی جاتی ہے، یہاں تک کہ سیروں ریت بھر کر ہم جست کرنے لگتے ہیں، بغیر ریت اور بوجھ کے ہمیں جست لگانے کی اجازت نہیں دی جاتی، جب اس طرح بوجھ لے کر جست لگانے کی عادت پڑ جاتی ہے تو پھر خالی کپڑوں اور خالی بدن کے ساتھ جست لگانے میں ایسا ہلکا پن معلوم ہوتا ہے کہ اونچی سے اونچی جست لگا لیتے ہیں، بدن چڑیا کی طرح سبک معلوم ہونے لگتا ہے۔ یہی معاملہ زندگی کا بھی ہے، مشکلات کے عادی بنئے تا کہ زندگی کی جد وجہد میں آپ کامیاب ہوسکیں، ورنہ آسانیوں میں تو آپ کام کریں گے اور جب مشکلات کا سامنا ہوگا تو بھاگ کھڑے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ زندگی کی راہ ہمیشہ آسانیوں ہی سے ہو کر نہیں گذرتی۔

جب تمہارے نیچے قالین بچھے ہوں گے

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نیچے قالین بچھے ہوں گے؟ صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بہت تعجب ہوا کہ قالین تو بہت دور کی بات ہے ہمیں تو بیٹھنے کے لئے کھجور کے پتوں کی چٹائی بھی میسر نہیں ہے، ننگے فرش پر سونا پڑتا ہے، لہذا قالین کہاں اور ہم کہاں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! قالین ہمارے پاس کہاں سے آئیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اگر چہ آج تمہارے پاس قالین نہیں ہے، لیکن وہ وقت آنے والا ہے جب تمہارے پاس قالین ہوں گے'' (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب دلائل النبوۃ، حدیث نمبر: ۳۶۳۱)

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم پر فقر کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے اس وقت کا ڈر ہے جب تمہارے نیچے قالین بچھے ہوں گے اور دنیاوی ساز وسامان کی ریل پیل ہوگی اور تمہارے چاروں طرف دنیا پھیلی ہوئی ہوگی، اس وقت تم کہیں اللہ تعالی کو فراموش نہ کردو اور اس وقت تم پر کہیں دنیا غالب نہ آجائے۔ (خطبات، ج: ۳)

رات کو سونے سے پہلے توبہ کرلیا کرو

حضرت بابا نجم احسن ایک بزرگ گزرے ہیں، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، بڑے عجیب وغریب بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب فہم وفراست عطا فرمائی تھی، عجیب باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے، ایک دن وہ توبہ پر بیان فرمارہے تھے، ان کے چھوٹے چھوٹے چٹکلے ہوا کرتے تھے، ایک آزاد منش نوجوان اس مجلس میں آگیا، وہ اپنے کسی مقصد سے آیا تھا، مگر یہ اللہ والے تو ہر وقت سکھانے اور تربیت کرنے فکر میں رہتے ہیں، چنانچہ اس نوجوان سے فرمانے لگے کہ میاں! لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ دین بڑا مشکل ہے، ارے یہ دین کچھ بھی مشکل نہیں، بس رات کو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیا کرو، بس یہی سارا دین ہے۔

جب وہ نوجوان چلا گیا تو راوی نے کہا حضرت! یہ تو واقعی بڑی عجیب وغریب چیز ہے، لیکن دل میں ایک سوال رہتا ہے، جس کی وجہ سے بے چینی رہتی ہے، فرمانے لگے کہ کیا؟ راوی نے کہا کہ حضرت! توبہ کی تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ دل میں ندامت ہو، دوسرے یہ کہ فوراً اس گناہ کو چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ کے لئے یہ عزم کرلے کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا، ان میں سے پہلی دو باتوں پر تو عمل کرنا آسان ہے کہ گناہ پر ندامت بھی بن جاتی ہے اور اس گناہ کو اس وقت چھوڑ بھی دیا جاتا ہے لیکن تیسری شرط کہ یہ پختہ عزم کرنا کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا، یہ بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ یہ پختہ عزم صحیح ہوا یا نہیں؟ اور جب عزم صحیح نہیں ہوا تو توبہ بھی صحیح نہیں ہوئی اور جب توبہ صحیح نہیں ہوئی تو اس گناہ کے باقی رہتے اور اس کے معاف نہ ہونے کی پریشانی رہتی ہے۔

جواب میں حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ میاں، تم تو عزم کا مطلب بھی نہیں سمجھتے، عزم کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے یہ ارادہ کرلو کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا، اب اگر یہ ارادہ کرتے وقت دل میں یہ دھڑکہ اور اندیشہ لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں، میں اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ تو اندیشہ اور دھڑکا اس عزم کے منافی نہیں اور اس اندیشے اور خطرے کی وجہ سے توبہ میں کوئی نقص نہیں آتا، بشرطیکہ اپنی طرف سے پختہ ارادہ کرلیا ہو اور دل میں یہ جو خطرہ لگا ہوا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرلو کہ یا اللہ، میں توبہ تو کر رہا ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم تو کر رہا ہوں، لیکن میں کیا؟ اور میرا عزم کیا؟ میں کمزور ہوں، معلوم نہیں کہ اس عزم پر ثابت قدم رہ سکوں گا یا نہیں؟ یا اللہ آپ ہی مجھے اس عزم پر ثابت قدم فرمادیجئے، آپ ہی مجھے استقامت عطا فرمائیے، جب یہ دعا کرلی تو ان شاء اللہ وہ خطرہ اور اندیشہ زائل ہوجائے گا۔

Scanned with CamScanner

دنیا میں بڑھتی افراتفری اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا اسرار الحق قاسمی

عہد حاضر میں جس تیزی کے ساتھ عالمی سطح پر افراتفری پھیل رہی ہے۔ وہ پوری دنیائے انسانیت کے لیے تشویشناک امر ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک میں تباہی اور افراتفری کے مناظر کا پہلی نظر میں ہی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں بظاہر افراتفری وتباہی دکھائی نہیں دیتی ہے مگر جب گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اندر اندر تباہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ مثال کے طور پر فی زمانہ دنیائے انسانیت کو خطرناک لڑائیوں کا سامنا ہے۔ گذشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں ہوچکی ہیں جن میں بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔ ایک اندازے کے مطابق پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۷) میں تقریباً ۹۰ لاکھ لوگ ہلاک ہوئے۔ ۲/کروڑ ۲۰ لاکھ شدید زخمی ہوئے اور ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ لوگ معذور ہوگئے۔ یہ مجموعی اعداد وشمار نہیں ہیں، بلکہ میدان جنگ کے ہیں، جو افراد اپنے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں جنگ کے اثرات سے متاثر ہوکر جاں بحق ہوئے، ان کی تعداد اور بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس جنگ کے نتیجے میں لگ بھگ ۵۰ لاکھ عورتیں بیوہ ہوگئی تھیں، لاکھوں بچے یتیم اور لاکھوں عورتیں و بچے غائب ہوگئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے نتائج اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ اس میں ہلاک ہونے والے فوجیوں اور عام لوگوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق 54.8 ملین تھی یعنی پہلی جنگ عظیم کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ، جس کے اعتبار سے اس جنگ کے نتیجے میں مرنے والوں کی تعداد کسی بھی صورت میں ۵/کروڑ سے کم نہیں بیٹھتی۔ اس جنگ میں معذور ہونے والوں کی تعداد دو کروڑ تھی۔ واشنگٹن پوسٹ کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق ۲۰ ویں صدی کی جنگوں میں ۱۰ کروڑ افراد ہلاک ہوئے۔

اکیسویں صدی کی شروعات بھی خوفناک واقعات اور جنگوں سے ہوئی۔ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کی دو فلک بوس عمارتیں مغویہ ہوائی جہازوں کے حملوں میں زمیں بوس ہوگئیں، جس کے نتیجے میں وہ دونوں بلند وبالا ٹاور خاکستر ہوگئے اور اس میں موجود ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ جنگوں اور حملوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ۲۰۰۱ء میں ہی افغانستان پر چڑھائی کردی گئی اور اس وقت کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ اس جنگ میں عوام بھی متاثر ہوئے اور بڑی تعداد میں افغانی باشندے موت کی نیند سو گئے۔ عرصہ ۱۵ سال میں یقیناً افغانستان میں موت کی بہت بڑی جانی و مالی تباہی ہوئی۔ ۲۰۰۳ء میں عراق پر جنگ مسلط کردی گئی۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر کے اس ملک کی حکومت کو زیروز بر کردیا گیا، دوران جنگ مرنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی ہی لیکن جنگ کے بعد ہلاک ہونے والوں کی تعداد کتنے ہی گنا زیادہ ہے۔ یہ پورا ملک سخت تباہی سے دوچار ہوا ہے، بعض اندازوں کے مطابق ۲۰۰۳ء کے بعد سے اب تک عراق میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ لوگ مارے جاچکے ہیں۔ افغانستان اور عراق کی طرح لیبیا میں خوفناک حالات بنے۔ وہاں انقلاب کے نام پر معمر قذافی کے اقتدار کا خاتمہ کردیا گیا اور اس کے نتیجے میں بے شمار لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ وہاں عدم استحکام کی صورت حال ہنوز جاری ہے۔ تیونس میں بھی اسی طرح کے حالات سامنے آئے۔ مصر میں افراتفری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے وہاں حسنی مبارک کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ نئے صدر محمد مرسی عوامی رائے سے منتخب ہوئے لیکن مصری فوج حسنی مبارک کے گروپ اور مغربی ممالک کو محمد مرسی ایک آنکھ نہیں بھائے۔ چنانچہ فوج نے بغاوت کردی۔ ایک خوفناک لڑائی ہوئی، بڑی مقدار میں انسانی خون بہا محمد مرسی کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد محمد فتح السیسی کے ہاتھوں میں اقتدار دے دیا گیا، جو بڑا تشدد اور سخت واقع ہوا۔ مصر میں سخت اور نازک حالات ابھی بھی برقرار ہیں اور آئے دن مصری عوام باہمی تصادم اور جھڑپوں کے سبب ہلاک ہورہے ہیں۔ اگر بات ملک شام کی کی جائے تو یہاں صورت حال اور زیادہ ابتر ہے۔

پانچ سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے مگر وہاں حکومت اور عوام کے مابین جاری تصادم میں کوئی کمی واقع نہیں ہورہی ہے۔ اب تک کئی لاکھ لوگ شام میں لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ یہ تو چند ممالک کے حالات ہیں۔ اگر اسی طرح سے اور بھی ملکوں میں پھیلی بدامنی اور افراتفری کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی باہمی لڑائیوں میں روز بروز انسانی جانیں تباہ ہورہی ہیں۔ سیاسی حالات جس تیزی کے ساتھ بگڑ رہے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے بعض مبصرین نے تو تیسری عالمی جنگ کے خدشات ظاہر کردیے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اب تیسری جنگ ہوئی تو انسانوں کا کتنا بڑا نقصان ہوگا، سابقہ عالمی جنگوں اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کے حالات اس طور پر بھی بہت زیادہ خراب ہوچکے ہیں کہ دنیا میں مادیت اور روحانیت کے درمیان توازن بگڑ گیا ہے۔ عوام الناس کا سارا زور مادیت پر ہوگیا ہے۔ آج لوگ مالدار بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس جائیداد ہو، بینک بیلنس ہو، گاڑیاں ہوں، بڑے اور آراستہ مکانات ہوں اور عیش وعشرت کرنے کے لیے ڈھیر سارے وسائل وذرائع ہوں۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ شب وروز ایک کررہے ہیں۔ انہیں نہ دن میں چین ہے اور نہ رات میں سکون۔ رات دن ایک کرنے کے باوجود بھی بہت سے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پارہے ہیں۔ ان کی معیشت مضبوط نہیں ہو پارہی ہے۔ ان کے پاس بینک بیلنس نہیں بن پارہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی اپنی احتیاجات بھی پوری نہیں ہو پارہی ہیں۔ مکان بنانے کی ضرورت، دووقت کے کھانے کی ضرورت اور بچوں کی شادیوں کی ضرورت ان کی کمر کو توڑے ڈال رہی ہے۔ ایسے لوگ نہایت پریشان ہیں، بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کتنے لوگ اپنی ناکامی کے باعث ڈپریشن کے شکار ہوچکے ہیں۔ کتنے لوگ اپنی احتیاجات کو دیکھتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور غلط راستے اختیار کررہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ اپنے لیے بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی۔

مال ودولت کی بڑھتی خواہش کے باعث بہت سے لوگ ایمان داری اور دیانت داری کا سبق بھول گئے ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ کمانے کے لیے خطرناک ہتھکنڈے استعمال کررہے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو نشہ آور اشیا کی خرید وفروخت کرکے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں مگر دوسروں کی زندگیوں سے کھلواڑ کررہے ہیں۔ بعض لوگ جرائم، بدعنوانی اور رشوت خوری کے ذریعہ دوسروں کے حقوق غصب کررہے ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانی کی جہاں تک بات ہے تو آج اس میں کوئی ایک طبقہ ملوث نہیں ہے بلکہ چھوٹے بڑے بھی طبقات نظر آتے ہیں۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ اور وہ بھی خطرناک کیمیکل کی ملاوٹ کے واقعات سامنے آرہے ہیں۔ سبزیوں کی ملاوٹ نے بھی انسانی زندگی کو دوبھر کردیا ہے۔ کسان زیادہ کمانے کے لیے یا پھر اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہائی برڈ سبزیاں تیار کررہے ہیں جو انسانوں کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہورہی ہیں۔ گویا کہ مادی سطح پر انسان بہت حد تک بچھڑ چکا ہے۔

روحانی لحاظ سے جب آج کے انسان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ میدان میں بڑا الٹا پٹا دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں کے درمیان سے دور حاضر میں روحانیت ختم سی ہوگئی ہے۔ بہت سے لوگ تو روحانیت کے معانی ومفاہیم تک سے واقف نہیں۔ حالاں کہ روحانیت کو انسانی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ روح کے بغیر انسان جس کی زندگی کا تصور محال ہے، روح کے اطمینان کے بغیر انسان کی زندگی میں سکون کا گذر نہیں ہوتا۔ روحانیت انسان کو معتدل بناتی ہے، گناہوں اور بدعنوانیوں سے نجات دلاتی ہے اور انسان کو اس کا فرض منصبی یاد دلاتی ہے۔ اسی لیے مفکرین نے کہا ہے کہ دنیا میں روحانیت اور مادیت کے درمیان توازن ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنے میں بڑا نقصان ہے۔ روحانیت سے انسانی اقدار کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ انسان با اخلاق و باکردار بنتا ہے اور اپنے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے گوشے ایسے ہیں جن کے اعتبار سے دور حاضر کے انسان کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ موجودہ دور میں انسان خسارے میں ہے اور ہر طرف سے تباہی وبربادی کے درمیان گھرتا چلا جارہا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدى الناس“۔

دنیائے انسانیت کو تباہی وافراتفری سے بچانے کے لیے دنیوی نظام ناکام ثابت ہوچکے ہیں۔ بڑے بڑے مفکرین نے انسانوں کو مختلف نظریات دیے لیکن وہ بھی ناکام ہوچکے ہیں۔ دراصل اس وقت انسان کو خدائی نظام وقانون کی ضرورت ہے، خدائی احکامات ونواہی کی ضرورت ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو روئے زمین پر فی الوقت اسلام ایک ایسا دین نظر آتا ہے جو انسانوں کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے اور عوام الناس کو تباہی وبربادی سے بچا سکتا ہے، کیونکہ وہ کسی بھی طرح کی ترمیم وتبدیلی سے محفوظ ہے جب کہ دوسرے مذاہب تبدیلی وتحریف کے شکار ہوچکے ہیں جس کے باعث وہ انسانوں کو مکمل رہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ اللہ کی جانب سے نازل ہونے والی کتابوں میں قرآن محفوظ بھی ہے اور انسانوں کی رہبری کے لیے مکمل وجامع بھی ہے۔ قرآن کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون“ یعنی باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کی حفاظت باری تعالیٰ خود لے رہا ہے، اس کو کوئی کیسے بدل سکتا یا مٹا سکتا ہے۔ دین اسلام کی جامعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام دينا“ معلوم ہوا کہ دین اسلام انسانوں کی فلاح یابی وکامیابی کے لیے ناگزیر ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی احادیث کا بھی بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے۔ گویا کہ اس دنیا میں مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو پوری بنی نوع انساں کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ قرآن پاک کی اس آیت ”كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر“ میں صاف کہا گیا ہے کہ امت مسلمہ بہترین امت ہے۔ اسے لوگوں کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ اس کا کام اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہے۔ یعنی دنیا میں دوسری قوموں کی رہبری کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔

اب غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں؟ اور وہ دوسروں کے لیے کوئی کردار ادا کرپارہے ہیں۔ فی زمانہ مسلمانوں کی صورتحال یہ ہے کہ وہ بے اثر ہوگئے ہیں اور اپنے فرائض منصبی سے غافل ہوکر زندگی گزار رہے ہیں اور فی الوقت وہ اس پوزیشن میں بھی نظر نہیں آتے کہ دوسروں کی رہبری کا کام کریں۔ کیوں کہ مسلمانوں کی اکثریت خود خدائی نظام سے دور ہے اور اسلام کے مطابق کماحقہ زندگی نہیں گزارتی، بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات سے بھی واقف نہیں۔ ایسے میں وہ کیسے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بہتر ثابت ہوسکتے ہیں۔ مسلمانوں کی رہبری چونکہ دنیا کو حاصل نہیں اور لوگ ان کے کردار سے محروم ہیں، اس لیے دن بہ دن بدترین حالات سے دوچار ہوتے جارہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں کی رہبری دنیا کو حاصل تھی تو دنیا کے لوگوں نے بہت کچھ پایا مگر جب دنیا پر مسلمانوں کا اثر نہ رہا تو ساری دنیا تباہی کے راستے پر چل پڑی۔ ایسے میں مسلمانوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کے مطابق ڈھالیں۔ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں، قرآن پر عمل کریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور تعمیری کردار پیش کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کا پابند نہیں بنایا اور دنیا کی فکر نہ کی تو اس سے ان کا اپنا بھی نقصان ہوگا اور دنیائے انسانیت کو بھی خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب دنیا پر مسلمانوں کے اثرات تھے تو دنیا میں امن وامان کی ہوائیں چل رہی تھیں اور دنیا کے لوگ زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کررہے تھے، مگر جب دنیا میں مسلمانوں کے اثرات نہ رہے، تو دنیا کو بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ بہت سے شعبوں میں دنیا کے لوگ بچھڑ گئے جس کے باعث انسانی زندگی غیر متوازن ہوکر رو گئی اور اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ یہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ دنیا میں اسلام کی روشنی کو پھیلایا جائے اور انسانی زندگی کے فائدے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی جائیں۔ مسلمان اگر اپنے دینی سرمایہ کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرنا چاہیں تو وہ یقیناً بڑے پیمانہ پر پوری بنی نوع انساں کی خدمت انجام دے سکیں گے۔ کاش! مسلمان اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور تمام دنیا کے لیے بہتر ثابت ہوں۔

Scanned with CamScanner

مسلم مطلقہ کے نفقہ کا مسئلہ

مولانا رضوان احمد ندوی (فاضل دار العلوم دیوبند)

معاشرتی زندگی میں میاں اور بیوی ایک دوسرے کے شریک کار ہوتے ہیں، تاکہ زندگی کی گاڑی اعتدال وتوازن کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہے، اگران دونوں میں کسی نے بھی بے اعتدالی کی راہ اختیار کی تو رفتار زندگی تو رکے گی ہی عین ممکن ہے کہ زندگی گذارنا بھی اجیرن بن جائے، اس لئے زوجین کو اپنی فطری استعداد کے لحاظ سے دائرہ عمل کو آگے بڑھانا چاہئے، شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ رزق حلال کے لئے جدوجہد کرے، بیوی بال بچوں کے لئے کسب معاش کرے اور ادھر بیوی شوہر کے گھر کی نگرانی اور امور خانہ داری کو انجام دے، اس طرح دونوں اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرے، یہی قانون شریعت بھی ہے اور فطرت کا اصول بھی، اب اگر کارگہ حیات میں کبھی نشیب وفراز اور پیچ وخم رونما ہوجائے تو اس کو خوش اسلوبی سے دونوں نظرانداز کرے، کوشش کرے کسی بھی صورت میں اس رشتہ میں شگاف نہ پڑے، بلکہ قرآنی اصول کی روشنی میں اس کو ممکن حد تک ختم کرنے کے جدوجہد کرے، اگر قرآنی اور سماجی تمام ضابطے بے سود ہوجائیں تو انتہائی مجبوری کی حالت میں شرعی طریقے پر علیحدگی کی راہ اختیار کریں، پھر بیوی کی دوران عدت تک نفقہ ادا کرے، اس سے زیادہ شرعی وجوب اور لزوم کی حیثیت سے نہیں، ہاں دل جوئی کی حیثیت سے جو جتنا دینا چاہے اس کا ذاتی معاملہ اور حسن اخلاق پر مبنی ہے، شرعی لحاظ سے مسلم مطلقہ تاحیات یا تا نکاح ثانی نفقہ کی مستحق نہیں ہے، عہد نبوت سے آج تک ہزاروں مطلقہ ہوئیں مگر کبھی کسی شرعی عدالت نے عدت کے علاوہ نفقہ کا فیصلہ نہیں دیا، کیونکہ بیوی جب تک زوجیت میں رہتی ہے شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور جب رشتہ ازدواج ختم ہوگیا تو شوہر اس کے لئے اجنبی ہوگیا، اب مسلم مطلقہ کے لئے اس کا مال لینا جائز نہیں، یہ شریف اور مہذب خواتین کی غیرت کے بھی خلاف ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد کے لقموں پر زندگی گذر بسر کرے، کیونکہ شرعی اعتبار سے مردوں پر تین وجوہات کی بنیاد پر نفقہ واجب ہوتا ہے اول قرابت اور نسب کی بنیاد پر مرد پر نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، دوسرے ملک کی بنیاد پر اور تیسرے زوجیت کی بنیاد پر بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہوتی ہے، جب کوئی عورت نکاح صحیح کے ذریعہ زوجیت میں آجاتی ہے تو اسلامی قانون کی رو سے شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے، بیوی صاحب جائداد اور مال دار ہی کیوں نہ ہو، اگر شوہر نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں بیوی کے مطالبہ پر قاضی شریعت اس کا نکاح فسخ کرسکتا ہے، اب عدت گذارنے کے بعد وہ آزاد ہوجائے گی، اگر وہ دوسری شادی کرنا چاہتی ہے تو کرسکتی ہے، یاد رہے کہ مطلقہ کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں، ان میں بعض جوان ہوتی ہے، بعض ادھیر عمر کی اور بعض بڑھیا، ان میں جو شادی نہیں کرنا چاہتی وہ عدت گذارنے کے بعد اس کا نفقہ اس کے والدین، بالغ اولاد بھائی وچچا اور ان کی اولاد پر بالترتیب واجب ہوگا، جس طرح مرد رشتہ دار وارث ہوا کرتے ہیں، والد کی طرح والدہ، بیٹے کی طرح بیٹی، بھائی کی طرح بہن بھی میراث کی مستحق ہوگی، اس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے، یہاں اجمالی طور پر بعض صورتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، ۶/اشخاص ایسے ہیں جو کسی حال میں ترکہ سے محروم نہیں ہوتے، جن میں تین مرد ہیں، باپ، بیٹا اور شوہر اور تین عورتیں ہیں: ماں، بیٹی اور بیوی، ان کے علاوہ خصوصی اہمیت ان حقداروں کو حاصل ہے جن کو ذوی الفروض کہا جاتا ہے، یعنی وہ رشتہ دار جن کے حصے مقرر کردیئے گئے ہیں، ان میں مردوں سے زیادہ تعداد خاتون رشتہ دار کی ہے، اس لئے کہ مرد ۶/حالتوں میں ذوی الفروض میں شمار کیا جاتا ہے اور عورت ۱۷/حالتوں میں اس حیثیت سے میراث کی مستحق ہوتی ہے، اس پہلو پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بہت تفصیل سے لکھا ہے، چنانچہ یہاں اس کا مختصرا تذکرہ کیا جاتا ہے، حصوں کا تناسب اور ان کی مستحق خواتین اس طرح ہیں:

(الف) دوتہائی: (۱) دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں (۲) دو یا دو سے زیادہ پوتیاں (۳) دو یا دو سے زیادہ سگی بہن (۴) دو یا دو سے زیادہ باپ شریک بہن۔

(ب) نصف: (۱) ایک بیٹی (۲) ایک پوتی (۳) ایک سگی بہن (۴) ایک باپ شریک بہن۔

(ج) ایک تہائی: (۱) ماں (۲) ماں شریک بہن۔

(د) چھٹا حصہ: (۱) ماں (۲) دادی (۳) پوتی (۴) باپ شریک بہن (۵) ماں شریک بہن۔

(ہ) چوتھائی: (۱) بیوی۔

(و) آٹھواں حصہ: (۱) بیوی

اس میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ متعینہ حصوں میں سب سے زیادہ دوتہائی اور اس کے بعد نصف ہے، دوتہائی حصہ کا مردوں میں سے کوئی مستحق نہیں ہوتا اور نصف کا مستحق بھی مردوں میں صرف شوہر ہوسکتا ہے، جب کہ میت کی اولاد نہ رہی ہو۔

مقدار کے اعتبار سے خواتین کے حصہ پانے کی چار حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) جب عورت کا حصہ اپنے ہم درجہ رشتہ دار مرد کے مقابل آدھا ہوتا ہے۔

(۲) جب مرد اور عورت کا حصہ برابر ہوتا ہے۔

(۳) جب عورت کا حصہ مرد سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) جب عورت وارث ہوتی ہے اور مرد وارث نہیں ہوتا ہے۔ (بحوالہ: خواتین کے مالی حقوق)

اس طرح مطلقہ بھی قرابت کی بنیاد پر میراث کی حقدار ہوگی۔ اگر خدانخواستہ اس مطلقہ کا کوئی قرابت دار نہ ہو، یا ہو بھی تو غریب ومفلس ہو تو اس وقت گاؤں، محلّہ اور مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ہے اس مطلقہ کی کفالت کرے یا اجتماعی ادارے، ریاستی وقف بورڈ کے ذریعہ اس کی ضروریات کا نظم کیا جائے اور اگر کفالت کے سارے دروازے مسدود نظر آئیں تو ایسی صورت میں وہ مسلم مطلقہ زکوۃ کی مستحق قرار پائے گی، گویا اسلام نے اس کو کسی حال میں بھی بے سہارا نہیں چھوڑا ہے، کیونکہ اسلام کا قانون فطرت انسانی کے اصولوں پر قائم ہے اس اصول سے ہٹ کر کسی اور وضعی قانون کو اختیار کیا گیا تو گرچہ وہ دیکھنے اور سننے میں خوشنما معلوم ہوگا مگر وہ فطرت کے خلاف ہوگا، چنانچہ ہندوستان کی چند عدالتوں نے مسلم مطلقہ کے تا نکاح ثانی یا تاحیات سابق شوہر پر نفقہ کو لازم قرار دیا جو انسانی نفسیات سے کسی طرح میل نہیں کھاتا، اس کے دو وجوہات ہیں ایک قانونی طور پر اور دوسرے مذہبی اعتبار سے، قانونی لحاظ سے مسلم ویمن پروٹکشن آف سائنس ایکٹ ۱۹۸۶ء میں مسلم مطلقہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، جس کے تحت مطلقہ عورت اپنے سابق شوہر سے عدت کی مدت تک ہی نان ونفقہ کا دعویٰ کرسکتی ہے، جسے اس ایکٹ کی دفعہ ۳/میں واضح کردیا گیا، اگر عدالتیں ہمدردی و بے چارگی کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرتی ہیں تو اس زد میں بہت سے وضعی قوانین آجائیں جن پر عمل درآمد دشوار ہوجائے گا، ۱۹۹۹ء میں کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج امل کمار چٹرجی نے ایک مسلم مطلقہ کے مقدمہ میں فیصلہ صادر کرتے ہوئے صرف عدت کی مدت تک بیوی کی کفالت کا ذمہ دار بنایا اور مزید کہا کہ اگر مطلقہ کی کفالت اس کے نکاح ثانی تک سابق شوہر پر عائد کیا جائے تو ۱۹۸۶ء کے ایکٹ کا کوئی جواز نہیں رہتا، لیکن اس کے باوجود کرناٹک ہائی کورٹ کے جج نے فیاضانہ تشریح کرتے ہوئے عدت کی مدت کی توسیع کرکے اس ایکٹ کی افادیت کو بے اثر کردیا، دوسرے مذہبی اعتبار سے اس لئے درست نہیں کہ عدت گذرنے کے بعد چونکہ رشتہ نکاح مکمل طور پر ختم ہوچکا ہے اس لئے اس کا نفقہ سابق شوہر پر واجب نہیں رہتا اگر عدالت فیصلہ بھی کردے تب بھی اس کا لینا مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں ہوگا، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے لکھا کہ البتہ اگر مطلقہ کے کم سن بچے ہوں، جس کا حق پرورش شرعا عورت کو حاصل ہو یعنی لڑکی کے بالغ ہونے تک اور لڑکے کے آٹھ دس سال کی عمر کو پہنچنے تک، تو جب تک عورت بچوں کی پرورش کرتی رہے گی، بچوں کے نفقہ کے علاوہ عورت کے پرورش کی اجرت بھی اس مرد پر واجب ہوگی، یہ اجرت کم سے کم اتنی مقدار میں ہونی چاہئے کہ عورت کے نفقہ کی ضرورت پوری ہوجائے، گویا ایسی مطلقہ عورت نفقہ کی حقدار تو ہوگی، لیکن بطور نفقۂ زوجیت کے نہیں؛ بلکہ بطور اجرت پرورش کے: "اما أجرة الحضانة فللأم"؛ بلکہ اگر بچہ اتنا کم سن ہو کہ ابھی دودھ پی رہا ہو تو فقہاء نے عورت کو بچہ کے نفقہ کے علاوہ دو اجرت کا حقدار قرار دیا ہے، ایک اجرت پرورش اور دوسرے دودھ پلانے کی اجرت، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: "**فعلى هذا تجب على الأب ثلاثة، أجرة الرضاع، أجرة الحضانة ونفقة الولد**"

پس، اس طرح باپ پر تین چیزیں واجب ہوں گی، دودھ پلانے کی اجرت، پرورش کی اجرت اور لڑکے کا نفقہ۔

دوسری رشتہ دار خواتین کا نفقہ

بعض حالات میں ماں، بیٹی اور بیوی کے علاوہ دوسری رشتہ دار خواتین، جیسے دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، بہن، بھانجی، پوتی اور نواسی وغیرہ کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے بشرطیکہ یہ خواتین خود اپنے اخراجات پورا کرنے کے موقف میں نہیں ہوں اور جس شخص پر نفقہ واجب قرار دیا جارہا ہو، وہ نفقہ ادا کرنے کے موقف میں ہو، یہ نفقہ محرم رشتہ داروں پر واجب ہوگا اور جس حساب سے وہ اس کے ترکہ میں وارث ہوسکتے ہیں، اسی نسبت سے اسے نفقہ ادا کرنا ہوگا، "**ونفقة المحارم تجب على ذى الرحم المحرم**" ایسے خصوصی حالات میں نفقہ ادا کرنے کا خاص اجر ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کی ضرورت میں کام آنے والا ایسے شخص کے حکم میں ہے، جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے، رات بھر عبادت کرے اور دن بھر روزہ رکھے۔ (ماخوذ از خواتین کے مالی حقوق)۔

اس مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ حفظ ماتقدم کے طور پر عقد نکاح کے وقت ایسی شرطیں عائد کرنا جو نکاح کے تقاضوں کے خلاف نہ ہو اس کو پورا کرنا شوہر پر لازم ہے، مثلاً حسن سلوک کی شرط لگایا یا شوہر نے رشتہ نکاح کے ٹوٹنے کے بعد ماہانہ وظیفہ دینے کا وعدہ کیا تو حنابلہ کے یہاں اس کو پورا کرنا واجب ہے، اس مسئلہ میں فقہاء اربعہ کے مابین اختلاف رائے ہے، چنانچہ اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی کے ۸ویں سمینار منعقدہ ۱۹۹۵ء بمقام علی گڑھ میں علماء وقانون دانوں کے درمیان کافی بحث ومباحثہ ہوا جس میں فقہاء نے اس پر اتفاق کیا کہ نکاح کے وقت ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے نہ ان کو لازم وواجب قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے،: "**المسلمون على شروطهم**" مسلمانوں کو اپنی شرطوں پر قائم رہنا ضروری ہے، الا یہ کہ شرط ایسی ہو جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کردے تو پھر یہ شرط باطل قرار پائے گی، فقہ کی کتابوں میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے اس طرح شادی کی کہ اگر شوہر اس عورت کو اس کے میکہ سے باہر نہ لے جائے گا تو اس کا مہر ایک ہزار اور اگر باہر لے جائے گا تو اس کا مہر دو ہزار ہوگا، اس طرح کی شرط پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر شرط پورا کیا تو مہر مسمی اور اگر شرط پورا نہ کیا تو مہر مثل واجب ہوگا، لیکن حضرات صاحبین کی رائے ہے کہ دونوں شرطیں درست ہیں اور دونوں صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں مہر مسمی ہی واجب ہوگا، اگر ہم اس پر قیاس کرتے ہوئے کہیں کہ تا عمر اگر شوہر نے بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھا تو اس کا مہر دس ہزار روپے اور اگر طلاق کا وقوع ہوا تو اس کا مہر بیس ہزار ہوگا، اور جب کہ شوہر نے بیوی کو مہر کی رقم دس ہزار ادا کردی اور اب ناچاقی اور شوہر کی طرف سے زیادتی کی بنیاد پر طلاق کی نوبت آگئی تو اس کو مزید دس ہزار روپے ادا کرنے چاہئے، صاحبین کی اس رائے پر عمل کرنے سے طلاق کی شرحیں کم سے کم وقوع پذیر ہوں گی، میرے خیال میں اس رائے پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ ایک طرح کا معاہدہ تراضی بین الزوجین ہے یہ کوئی مالی جرمانہ نہیں ہے اس لئے ہندوستان کے موجودہ حالات میں فقہاء امت کو اس شق پر توجہ دینی چاہئے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

ہیبت اللہ اخونزادہ نے طالبان کو دی حکومت مخالف افراد کو باہر نکالنے کی ہدایت

افغان طالبان کے امیر ہیبت اللہ اخونزادہ نے طالبان کو ہدایت دی ہے کہ اپنی صفوں سے حکومت مخالف افراد کو جلد باہر نکالیں، کچھ غلط ہوا تو اس کے نتائج کے ذمہ دار سینئر زہوں گے۔فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق افغان طالبان کے امیر ہیبت اللہ اخونزادہ نے طالبان کمانڈرز اور سینئر اہلکاروں کے نام تحریری پیغام جاری کیا ہے، اپنے پیغام میں ہیبت اللہ اخونزادہ نے تحریک میں دراندازی کے خطرے سے خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ طالبان کمانڈر اپنی صفوں کو صاف کریں، تمام سینئر ز اپنی صفوں میں حکومت مخالف کام کرنے والوں کو شناخت کریں اور انہیں اپنی صفوں سے جلد از جلد نکالیں۔(یواین آئی)

امریکہ کا سعودی عرب کے ساتھ ہتھیاروں کا سب سے بڑا معاہدہ

امریکہ نے سعودی عرب کو 650 ملین ڈالرز کے ہتھیاروں کے فروخت کرنے کی منظوری دے دی۔غیر ملکی میڈیا کے مطابق امریکی محکمہ دفاع پینٹا گون نے سعودی عرب کو فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائلوں کی فروخت کی منظوری کی تصدیق کی ہے۔جو بائیڈن انتظامیہ کی جانب سے کسی خلیجی ملک سے اب تک ہتھیاروں کی سب سے بڑی ڈیل ہے۔پینٹا گون کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکی محکمہ خارجہ نے موجودہ اور مستقبل کے خطرات کو دیکھتے ہوئے سعودی عرب کی مدد کے لیے ہتھیاروں کی فروخت کی منظوری دی ہے۔(یواین آئی)

امریکہ کی سوڈان میں جمہوری حکومت بحال کرنے کی اپیل

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے سوڈان کی مسلح افواج کے کمانڈر جنرل عبدالفتاح البرہان سے اپیل کی ہے کہ وہ زیر حراست سیاستدانوں کو رہا کریں اور جمہوری حکومت کو بحال کریں۔محکمہ خارجہ کے ترجمان نیڈ پرائس نے ایک بیان میں کہا کہ وزیر خارجہ نے سوڈان میں 25 اکتوبر سے حراست میں لی گئی تمام سیاسی شخصیات کی فوری رہائی اور وزیر اعظم عبداللہ حمدوک کی دفتر میں واپسی کے ساتھ ملک میں جمہوری حکومت کی بحالی کے لیے مذاکرات شروع کرنے کی اپیل کی ہے۔(یواین آئی)

پرتگال میں پارلیمنٹ تحلیل، نئے عام انتخابات کا اعلان

پرتگال کے صدر مرسلو ربیلو ڈی سوسا نے پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے اور آئندہ برس 30 جنوری کو نئے عام انتخابات کروانے کا اعلان کیا ہے۔مسٹر ڈی سوسا نے یہ اعلان جمعرات کو قوم سے اپنے خطاب میں پرتگال میں برسر اقتدار سوشلسٹ پارٹی کی حکومت کے آنے والے سال کے بجٹ کو پارلیمنٹ کی جانب سے مسترد کیے جانے کے بعد پیدا ہونے والے سیاسی بحران کو حل کرنے کی کوشش میں کیا۔45 سالوں میں یہ پہلا موقع تھا جب پرتگال کی پارلیمنٹ نے ملکی بجٹ کی منظوری نہیں دی۔(یواین آئی)

حوثی باغیوں نے یمن میں سرکاری فوجی اڈے پر قبضہ کیا

یمن کے تیل سے مالا مال صوبے مارب میں جمعرات کو حوثی باغی گروپ نے حکومت نواز فورسز کے ایک اہم فوجی ٹھکانے پر قبضہ کرلیا۔حوثی باغیوں نے مارب کے الجبہ ضلع میں شدید حملے کیے اور سرکاری فورسز کے ساتھ گھنٹوں کی لڑائی کے بعد ام ریش کے اڈے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔(یواین آئی)

امریکہ نے قومی سلامتی کے خلاف کام کرنے والی اسرائیلی کمپنیوں پر پابندی لگائی

امریکہ نے جاسوسی کے الزام میں اسرائیلی ٹیکنالوجی کمپنی پر پابندیاں عائد کردی ہیں۔اس بابت بائیڈن انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اسرائیلی کمپنی NSO گروپ کے اسپائی ویئر ایکٹویسٹ اور صحافیوں کو جبری جاسوسی کا نشانہ بنا رہے تھے۔امریکی محکمۂ تجارت کی جانب سے جاری ہونے والے بیان کے مطابق بائیڈن انتظامیہ نے اسرائیلی فرم NSO گروپ کو غیر ملکی حکومتوں کو صحافیوں، ایکٹیوسٹ اور دیگر اہم افراد کی جاسوسی کا اہل بنانے کے سافٹ ویئر فراہم کرنے کا الزام عائد کرتے ہوئے اس پر پابندیاں عائد کردی ہیں۔NSO گروپ کا نام اس اینٹی فہرست میں شامل چار کمپنیوں میں سے ایک ہے جن پر امریکی خارجہ پالیسی اور قومی سلامتی کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے شواہد ہیں۔امریکہ کی جانب سے جاری ہونے اینٹی فہرست میں چینی موبائل فون کمپنی ہواوے سمیت ایک اور اسرائیلی کمپنی کینڈیرو کا نام بھی شامل ہے۔واضح رہے کہ گزشتہ سال بین الاقوامی میڈیا کی جانب سے ہونے والی تحقیقات کے بعد مذکورہ اسرائیلی کمپنی کے Pegasus اسپائی ویئر کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور اس سے قبل اس سافٹ ویئر کو متعدد ملکوں کی مجاز حکومتیں اور سیکیورٹی فورسز استعمال کر رہی تھی۔(نیوز ایکسپریس)

مسجد الحرام میں نماز یا عمرہ کی ادائیگی کے لئے پرمٹ لازمی، خلاف ورزی پر جرمانہ

سعودی عرب کے ادارہ امن عامہ کی جانب سے شائع اعلان کے مطابق مسجد الحرام میں نماز یا عمرہ کی ادائیگی کے لیے پرمٹ حاصل کرنا لازمی ہے۔پرمٹ کے بغیر عمرہ ادا کرنے کی کوشش کرنے والے پر 10 ہزار ریال جرمانہ عائد کیا جائے گا۔پرمٹ کے بغیر مسجد الحرام جانا خلاف ورزی شمار کی جائے گی جس پر ایک ہزار ریال جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔پرمٹ کے بارے میں ادارہ امن عامہ کی جانب سے کیے گئے ٹوئٹ میں کہا گیا ہے کہ ''اعتمرنا'' یا ''توکلنا'' ایپ پر عمرہ یا نماز کی ادائیگی کی پرمٹ حاصل کرنا انتہائی آسان ہے، جس میں کسی قسم کی دشواری نہیں۔پرمٹ کا مقصد آنے والے زائرین کی تعداد کو منظم کرنا اور احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہے، پرمٹ کے بغیر مسجد الحرام میں داخلہ قطعی طور پر منع ہے اس لیے زائرین کو چاہئے کہ وہ قانون شکنی سے گریز کریں۔سوشل میڈیا پر یہ خبر تھی کہ ویکسین کے دونوں ڈوز لینے والوں کو عمرہ ادائیگی کی اجازت ہے۔ادارہ امن عامہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ پرمٹ کے بغیر مسجد الحرام میں داخل ہونے والے قانون شکنی کے مرتکب قرار پائیں گے اور انہیں جرمانہ دینا ہوگا۔

تعلیم و روزگار

سول سروسز میں اپنا کیریئر بنائیں مسلم طلبہ: مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

فارم بھرنے کی آخری تاریخ 19/نومبر 2021

آل انڈیا ملی کونسل کے قومی نائب صدر حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ گزشتہ چند برسوں سے بی پی ایس سی (B.P.S.C) وغیرہ کی تیاری کے لیے تھوڑی بیداری بہار کے اقلیتی طلبہ وطالبات میں دیکھی جارہی ہے، جو خوش آئند ہے، 2008ء میں جب بہار ریاستی حج کمیٹی نے حج بھون پٹنہ میں کوچنگ کا نظام بنایا اور بہار اقلیتی وزارت کی اسکیم کو روبعمل لانے کی کوشش کی گئی تو اس میں کامیابی ملی، جس کے نتیجہ میں گزشتہ بارہ برسوں میں محکمہ پولیس اور بہار پبلک سروس کمیشن (.B.P.S.C) میں مسلم امیدوار کامیاب ہونے لگے، مگر یہ کارکردگی تناسب کے اعتبار سے بہت محدود رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسی تحریک اور بیداری ہونی چاہئے تھی، وہ نہیں آئی ہے۔B.P.S.C میں تقریباً ساڑھے چار لاکھ طلبہ وطالبات گزشتہ 66 ویں B.P.S.C امتحان میں شامل ہوئے تھے، مگر اس میں مسلم اقلیتی طلبہ وطالبات کی تعداد چند ہزار تھی۔اسی لیے اس امتحان میں صرف 36 امیدوار ہی کامیاب ہوئے جو کامیاب ہونے والے طلبہ میں تناسب کے اعتبار سے چار فیصد بھی نہیں ہے، جب کہ آبادی 18% سے زیادہ ہے، یہ اعداد وشمار بتا رہے ہیں کہ ملت کو جس حد تک بیدار ہونا تھا نہیں ہے، آبادی کے تناسب سے کم از کم سوا سو اقلیتی نوجوانوں (مرد وخواتین) کو B.P.S.C میں کامیاب ہونا چاہئے تھا۔

اس بار پھر موقع آیا ہے، امید ہے کہ 23/جنوری 2022ء کو اس کا پہلا جنرل سبجکٹ کا امتحان (.P.T) ہوگا اور اس کے لیے فارم بھرنے کی آخری تاریخ 19/نومبر 2021ء ہے، جن لوگوں نے فارم بھر دیا ہے اور تیاری شروع کردی ہے، انہیں چاہئے کہ خوب محنت کریں۔ان ہزاروں طلبہ وطالبات کے لیے جو گریجویٹ کر چکے ہیں یا بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے عالم/فاضل کی سند رکھتے ہیں، ان کے لیے ابھی موقع ہے، وہ پہلی فرصت میں فارم بھریں اور تیاریوں میں مصروف ہوجائیں، مدرسہ کے عالم وفاضل پاس طلبہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور انہیں بھی فارم بھرنا چاہیے، یہ اچھی بات ہے کہ B.P.S.C کا امتحان پاس کرنے کے لیے 9/بار موقع ملتا ہے، جنرل درجہ کے طلبہ کے لیے 37 سال اور O.B.C کے لیے 40 سال کی عمر زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔طالبات کے لیے خصوصی رعایت ہے ان کے لیے 35% سیٹ مخصوص ہے، جنرل درجہ کے مالی طور پر کمزور خاندان کے طلبہ وطالبات بلاک سے اپنا ای ڈبلیو ایس (EWS) سرٹیفکٹ بنوا کر ریزرویشن کی سہولت اسی طرح لے سکتے ہیں، جس طرح O.B.C کے طلبہ وطالبات کو حاصل ہے۔

واضح ہو کہ .P.T میں تاریخ، سائنس، حساب وغیرہ کے سوالات کا معیار درجہ 6 سے 10 تک کی نصابی کتابوں کے مطابق ہوتا ہے اور جو لوگ اس کو سمجھ کر یاد کر لیتے ہیں، وہ کامیاب ہو کر اس کے اصل امتحان جو ''مین امتحان'' ہوتا ہے، اس میں شامل ہوسکتے ہیں، یہ امتحان عام طور پر .P.T کے تین چار ماہ بعد ہوتا ہے، اس میں اردو والوں کے لیے بڑی آسانی ہے، اردو زبان کے سوالات کے جواب اردو میں لکھ سکتے ہیں۔قوم کے مفاد میں ہے کہ مستعدی وخلوص کے ساتھ فارم بھرنے کی تحریک چند دنوں میں چلا کر ہر گریجویٹ، انجینئر، اسکول ومدارس کے فارغین سے فارم بھروایا جائے، دلچسپی لینے سے فارم بھرنے والوں کی تعداد بلاشبہ پچاس ہزار پہونچ سکتی ہے، تیاری کر کے امتحان دیں گے تو ضرور کامیاب ہوں گے زیادہ طلبہ امتحان میں شریک ہوں گے تو کامیابی کا تناسب بھی بڑھے گا۔مولانا نے کہا کہ آل انڈیا ملی کونسل بہار طلبہ کی تیاری میں تعاون کرے گی۔انہوں نے مزید کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آج سے اگر یہ تحریک آئندہ 19/نومبر تک چلائی جائے گی تو جمود ٹوٹے گا اور کامیابی قدم چومے گی۔(ان شاء اللہ) ائمہ کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے حلقہ میں تحریک چلائیں اور اپنے مساجد میں اس کا اعلان کریں۔

خیال رہے کہ بی پی ایس سی کے امتحان میں شرکت کے لیے فارم بھرنے کی آخری نئی تاریخ 19/نومبر تک ہے، جلدی کریں، فارم بھرنے کی فیس جنرل اور او بی سی کے لیے 600 روپے اور سبھی خواتین کے لیے 150 روپے ہے۔بی پی ایس سی کی مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر لاگ ان کر کے آن لائن فارم بھر سکتے ہیں۔

https://onlinebpsc.bihar.gov.in/main/home

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

داخلہ کی آخری تاریخ ۱۸/نومبر ۲۰۲۱ء ہے، ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی

سکریٹری

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

علاقہ نوگچھیا ضلع بھاگل پور میں دورۂ وفد 18 سے 24 نومبر تک

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر ضلع بھاگلپور کے نوگچھیا علاقہ میں وفد امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی و اصلاحی دورہ ۱۸ر نومبر تا ۲۴ر نومبر ۲۰۲۱ء ہوگا۔ اس وفد کی قیادت جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کریں گے۔ مندرجہ ذیل علماء کرام وفد میں شریک ہوں گے۔

(۱) مولانا مفتی محمد احتکام الحق قاسمی صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
(۲) مولانا مفتی محمد خورشید قاسمی صاحب قاضی شریعت دار القضاء بھاگلپور و بانکا
(۳) مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب معاون قاضی مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ
(۴) مولانا ارشاد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
(۵) مولانا مزمل حسین قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

مکمل پروگرام دورۂ وفد

نمبر شمار	تاریخ	دن	پروگرام صبح	پروگرام دوپہر	پروگرام شب	ملحقہ مواضعات
۱	۱۸ر نومبر ۲۰۲۱ء	جمعرات	بہہ پور ملکی	برتہ	نارائن پور	منوہر پور، نکار، بنتولیہ، مدھوراپور، چکرامی
۲	۱۹ر نومبر ۲۰۲۱ء	جمعہ	بھمن گاواں	جھنڈا پور، چک پیارے	میر جعفری	نگڑاٹولی، کڑھو وغیرہ
۳	۲۰ر نومبر ۲۰۲۱ء	سنیچر	دھرب گنج	مغربی گھراری	مدرسہ امدادیہ کھریک	عثمان پور، مومن ٹولہ
۴	۲۱ر نومبر ۲۰۲۱ء	اتوار	جمونیاں پچھم ٹولہ	جمونیا مدرسہ محلہ	بیچ گچھیا	قرب وجوار
۵	۲۲ر نومبر ۲۰۲۱ء	سوموار	کچھی پور	رتن گنج تراسی	رنگڑا مدرسہ محلہ	بنیاں، مڑلی وغیرہ
۶	۲۳ر نومبر ۲۰۲۱ء	منگل	اوجانی	رنگڑا مغربی محلہ	ممتاز محلہ نوگچھیا	رسل پور، سمرا، مشرق ومغرب محلہ، بنیاں
۷	۲۴ر نومبر ۲۰۲۱ء	بدھ	سدھوا	تیتری	جہانگیر پور بیسی	مدرونی، سہورا، نگرہ، بھوانی پور،

ضلع کوڈرما میں امارت شرعیہ کے علماء کا دورۂ وفد 29 نومبر سے 3 دسمبر تک

ضلع کوڈرما (جھارکھنڈ) میں وفد امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی و اصلاحی دورہ ۲۹ر نومبر سے ۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء تک ہوگا۔ اس وفد کی قیادت جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کریں گے۔ مندرجہ ذیل علماء کرام شریک وفد ہوں گے۔

(۱) مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ
(۲) مولانا مفتی محمد انور قاسمی صاحب، قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ رانچی (جھارکھنڈ)
(۳) مولانا مفتی محمد نسیم صاحب قاسمی قاضی شریعت دار القضاء کوڈرما (جھارکھنڈ)
(۴) جناب حافظ محمد شہاب الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ
(۵) مولانا عبد الجبار حسامی صاحب مبلغ امارت شرعیہ
(۶) جناب مولوی ممتاز احمد صاحب انچارج مکتبہ امارت شرعیہ

پروگرام دورۂ وفد امارت شرعیہ۔ ضلع کوڈرما (جھارکھنڈ)

نمبر شمار	تاریخ	دن	پروگرام دن۔ بعد نماز ظہر	پروگرام شب۔ بعد نماز مغرب	ملحقہ مواضعات
۱	۲۹ر نومبر ۲۰۲۱ء	سوموار	جامتاڑا	مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد بارہ ٹانڈ	سمراتری، جان پور، ہہی، ہریانواڈیہہ، ڈورہا کولا وغیرہ
۲	۳۰ر نومبر ۲۰۲۱ء	منگل	ہیروڈیہہ	مدرسہ بشیر العلوم آزاد نگر جلوہ آباد	کٹھاڈیہہ، کھسکری، جے نگر، گمرآباد، سانتھ، چہال، گودگھر، ڈومچانچ، چچائی، چارہ ڈیہہ، چھتربر، بارہ ٹولہ، پانڈے ڈیہہ، جھمری بستی، حسن آباد وغیرہ
۳	۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء	بدھ	کریاواں (بعد نماز مغرب)	کھیڑوبار	تمائی، دھری ڈیہہ، کنڈا گوگھر، بھنڈارو، مجگاواں، جیسوڈیہہ، چک جواڑ، بیلا وغیرہ
۴	۲ر دسمبر ۲۰۲۱ء	جمعرات	جامع مسجد لچھنڈیہہ	نادکری	بھوجپور، دودھی اہری، تلیامارن، کربلا نگر، مرکچو، دسارو، بگڑو، بارہ مسیا، برجامود، بگری ڈیہہ، اسلام پور کھرکھار، پہاڑپور، بیسرا، گرنڈی بیکھہ
۵	۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء	جمعہ	مختلف مساجد میں علماء وفد کا خطاب	مدرسہ نور العلوم جامع مسجد پہرا	ہرلی بسوڈیہہ، جھلپو اول محلہ، جھلپو انصار نگر، درزی محلہ، عیدگاہ محلہ، گاواں پٹنہ وغیرہ

ضلع لکھی سرائے ومونگیر میں وفد امارت شرعیہ کا دورہ 17 سے 25 نومبر تک

ضلع لکھی سرائے ومونگیر میں وفد امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی و اصلاحی دورہ ۱۷ر نومبر ۲۰۲۱ء سے ۲۵ر نومبر ۲۰۲۱ء تک ہوگا۔ اس وفد کی قیادت جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کریں گے۔ مندرجہ ذیل علماء کرام شریک وفد ہوں گے۔

(۱) جناب مولانا شمیم اکرم رحمانی صاحب معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ
(۲) جناب مولانا مفتی جمال اکبر قاسمی صاحب استاذ حدیث جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
(۳) جناب مولانا رضی احمد رحمانی ندوی صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ خانقاہ رحمانی مونگیر
(۴) جناب مولانا مفتی محمد احمد قاسمی صاحب استاذ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
(۵) جناب مولانا محمد شعیب عالم قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
(۶) جناب حافظ عبد الحق رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

پروگرام دورۂ وفد امارت شرعیہ ضلع لکھی سرائے ومونگیر

نمبر شمار	تاریخ	دن	پروگرام صبح ۱۰ر بجے دن	پروگرام بعد نماز ظہر	پروگرام شب	ملحقہ مواضعات
۱	۱۷ر نومبر ۲۰۲۱ء	بدھ			جامع مسجد ہلدی	مولانگر علی نگر، چک مسکن، ہابگل حسینہ نواب گنج، کولی پاکڑ، پورانی بازار سورج گڑھا۔
۲	۱۸ر نومبر ۲۰۲۱ء	جمعرات	جامع مسجد میدنی چوک	مسجد مانگڑھ	جامع مسجد مبارک چک	ملکی، اسلام پور، بہاچوکی، دھرہرا، ابھے پور، منگلوا، ارین پور، کجرا، سرادی، چک ہاشم،
۳	۱۹ر نومبر ۲۰۲۱ء	جمعہ		شہر کی مساجد میں خطاب	جامع مسجد شجاعلپور	پرانی مسجد
۴	۲۰ر نومبر ۲۰۲۱ء	سنیچر	جامع مسجد پڑہم		صدر بازار مسجد جمال پور	محمد پور، سنگھیا، ولی پور، خلاصی محلہ۔
۵	۲۱ر نومبر ۲۰۲۱ء	اتوار	بڑی مسجد نیا گاؤں		مرزاپور بردہ جامع مسجد	زیر بہرارائسر، چھوٹی مسجد نیا گاؤں، چھوٹی مسجد بردہ
۶	۲۲ر نومبر ۲۰۲۱ء	سوموار	حاجی عبد السبحان کی مسجد	باقرپور کی جامع مسجد	جامع مسجد چورامبہ	مسجد منت نگر، مسجد اقصیٰ، مسجد بلال، مسجد فردوس، رانی مسجد، مسجد علی،
۷	۲۳ر نومبر ۲۰۲۱ء	منگل	بنودھا	محمد آباد	بڑی مسجد شترخانہ	اکرام نگر، بنی گیر، نواگڑھی، جیریا آباد
۸	۲۴ر نومبر ۲۰۲۱ء	بدھ	گوڑا		شاہی مسجد حویلی کھڑک پور	گوڑھو شریف، خواجہ چک، مڑہری، مظفر گنج، پتھگھا گھر، تکوریا
۹	۲۵ر نومبر ۲۰۲۱ء	جمعرات	بنگاواں		جامع مسجد غازی پور، تارا پور	رام پور، مدار پور، بشن پور، آشاجڑاری، کھروا، پتھری، گوڑھو شریف، اثر گنج، چمڑا گدام، لکھن پور، تاراپور، اردو چوک، کنیلی، ماڈھولی

پیغمبر اسلام اور مساجد کی اہانت اور اقلیتوں پر ظلم نا قابل برداشت: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کارگزار جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے پریس نوٹ میں کہا کہ مقدس شخصیتوں اور مذہبی مقامات کی توہین نا قابل برداشت، قانون کے خلاف اور ہندوستان کی تہذیبی روایت کے خلاف ہے، یہ سماج کے امن وامان کو متاثر کرتا ہے، اس سے ملک کے فرقہ وارانہ اتحاد کو نقصان پہنچتا ہے اور اس سے نفرت کے جذبات بھڑ کتے ہیں، اس لئے حکومت پر فرض ہے کہ تری پورہ میں یکطرفہ طور پر مسلمانوں کے ساتھ جو زیادتی کی گئی ہے اور ابھی بھی اس کا سلسلہ جاری ہے، پوری قوت اور انصاف کے ساتھ اس کو روکے، مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے، بالخصوص وی ایچ پی کے ایک جلوس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلے طور پر گستاخیاں کی ہیں اور دل آزار نعرے لگائے ہیں، اس کے خلاف سخت اور مؤثر کارروائی ہونی چاہئے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس آپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Scanned with CamScanner

اگراب بھی نہ جاگے تو............

مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی

اس دورانتشار میں جب کہ پوری دنیاافراتفری کے عالم میں ہے،سب سے بڑی ضرورت اسلام کے نظام حیات کو پیش کرنے کی ہے،مختلف مذاہب اورتہذیبوں کے اپنے اپنے خودساختہ نظاموں کا تجربہ کیاجاچکا،اس وقت دنیادوراہے پرکھڑی ہےاورلگتاہے کہ وہ اپنے وجودکا استحقاق کھودے گی، زمانہ جاہلیت آج نئے قالب میں ہے، یایوں کہیے کہ جہالت پڑھ لکھ گئی ہے، جو جرائم زمانہ جاہلیت میں معمولی طریقوں پر انجام دیے جاتے تھے،آج وہ جدید ٹکنالوجی کے ساتھ عام ہورہے ہیں اوران کوایک فن بنالیا گیاہے۔

اس وقت اگرکوئی نظام زندگی دنیا کوصحیح رخ دے سکتاہےاورانسانیت کو بچاسکتاہےتووہ صرف اورصرف نظام محمدی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام ہے،جس کی ہمہ گیری، وسعت وآفاقیت اورحقیقت پسندی کااہل دنیانے بھی اعتراف کیاہے،اس کے اعتدال وتوازن اورجامعیت کوپیش کرنے کی ضرورت ہے،افسوس ہے کہ اس بھری پری دنیامیں اپنے حال وقال سے اس کوپیش کرنے والےلوگ بہت کم ہیں اوراس کے اجتماعی نظام کواگر کوئی دیکھناچاہےتو شاید وہی مثل صادق آئے جومولانا روم نے لکھی ہے کہ کوئی مرددانا چراغ لےکرکسی چیز کی تلاش میں نکلے،لوگوں نے پوچھا: آپ کیا تلاش کرتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ جانوروں کی دنیامیں رہ رہ کر عاجزآچکا،انسان کی تلاش میں نکلاہوں، جواب ملا کہ حضور! آپ جس چیزکی تلاش میں نکلے ہیں وہ عنقاہے،وہی نظام اخلاق ومعاشرت جوآج عنقاہے، اس کوملی طورپروجود میں لانے کی ضرورت ہے، سیرت کی کتابوں میں جوطرز زندگی صفحات کی زینت ہے۔آج اس کوزیب دنیا کرنے کی ضرورت ہے۔

دنیااس وقت جس کسمپرسی کے عالم میں ہےاورساری ترقیوں کے باوجوداس کوزندگی کاسراہاتھ نہیں آتا،اس کاعلاج اوراس کے دردکا درماں کتابوں کے اوراق میں مدفون ہے، اس کونکالنے کی اورعام کرنے کی ضرورت ہے، یہ زہرکا وہ تریاق ہے جوانسانی زندگی کے لیے حیات نو کا کام دے سکتا ہے اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پارلگاسکتاہے۔

یہ کام ہے خاص طورپرعلماءکا، دین وشریعت کے ماہرین کا، وہ میدان عمل میں آئیں اوراپنی زندگی سے وہ جوہردکھلائیں جودنیائے انسانیت کے لیےخضرراہ ثابت ہوں۔

افسوس صدافسوس یہ طبقہ خاص طورپراس کے وہ نوجوان جوتازہ تازہ مدارس سے فارغ ہوکرنکلے ہیں،آج اپنی ذمہ داری کوادا کرنے کے بجائےخواب غفلت کاشکارہیں،خدانخواستہ اگریہی صورت حال رہی تو آگے حالات کابگاڑوہاں پہنچ سکتاہے کہ پھربات بنائےنہ بنےاورپانی سرسےاونچاہوجائے،اس سے پہلے پہلےہمیں میدان عمل میں آناہے، اخلاق وکردار کے جوہر سے دنیا کونجات کا سامان فراہم کرنا ہے اورانسانیت کی ڈولتی کشتی کوپارلگاناہے۔

انتہائی تشویش کی بات یہ ہے کہ بجائےغیروں کوراستہ بتانےاوران کو صحیح راہ پرلانے کےآج مسلمان غیروں کاشکارہورہے ہیں،جوایک آدھ واقعہ سالہاسال میں ارتدادکا پیش آجاتاتھا،آج وہ وباءعام کی شکل اختیارکرتاچلاجارہاہے،اس کی سب سے بڑی وجہ تو قدرناشناسی اورناشکری ہے،ایمان آج صرف زبان کے چٹخارے کی طرح رہ گیا ہے،دل اس کی حلاوت سےمحروم ہوتے جارہے ہیں اوریقین دماغوں سے نکلتا جارہاہے،بس ایک رسم ہے جو پوری کی جارہی ہے ورنہ دنیا کے منافع کی قیمت ایمان کی قیمت سے بڑھ کر ہے اور جہاں کہیں امتحان کی گھڑی آتی ہے،ایمان کا سوداکرلیناآسان معلوم ہونے لگا ہے،حدیث میں آتاہےکہ ایک دورایساآئے گاکہ لوگ دین کوٹکوں کی خاطربیچ دیں گے،آج اسی صورت حال کاسامناہے۔ان حالات میں سب سے بڑی ذمہ داری علماءاوراہل فکرودردکی ہے،اس کے لیےہمیں گھرگھرجاناہے،صدالگانی ہے،ایمان کی حقیقت بتانی ہے، اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانا ہےاورپیش آنے والےخطرات سےآگاہ کرناہے،اللہ کاوعدہ ہے کہ محنتیں رائیگاں نہیں جاتیں:"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وإن اللہ لمع المحسنین" (العنکبوت: ٦٩) "اورجوبھی ہمارے لیے جان کھپائیں گےتوہم ضروران کے لیے اپنے راستے کھول دیں گے اور یقیناً اللہ بہتر کام کرنے والوں ہی کے ساتھ ہے"۔

اگرہم اب بھی نہ جاگےتو آگے کھائیاں ہی کھائیاں ہیں اوراللہ کی نصرت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالی نعمت چھین سکتاہےاور دوسری قوم کواس نعمت کااہل بناسکتاہے:" وإن تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا أمثالکم"(محمد: ٣٨) "اوراگرتم پھرجاؤگےتووہ تمہاری جگہ دوسری قوم کوپیداکردےگاپھروہ تمہاری طرح (نکمی) نہ ہوگی"۔

محنت اور لگن کامیابی کی ضمانت

امتیاز احمد کریمی

تعلیم انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سےایک ہے۔حصول تعلیم کےبغیر ایک صالح اور پرامن معاشرے کا تصورناگریز ہے ملک وقوم کی ترقی وخوشحالی کادارومدارتعلیم پرہےاورتعلیم ہی کے ذریعہ بنی نوع انسان شعور وفہم کی بلندی میں پروازکرتاہے۔تعلیم خواہ دینی ہوں یاعصری دونوں ہی کردارسازی میں اہم رول اداکرتے ہیں۔البتہ دونوں طرح کےعلوم کا حصول اگرایک ساتھ ہوتو یہ کسی نعمت عظمی سے کم نہیں،تعلیم انسان کے لئے ایک ایساہتھیار ہےجس سے دنیا کی ساری جنگوں میں فتح حاصل کی جاسکتی ہےتعلیم ترقی کے لئے سب سے طاقتورذریعہ ہے جسے دنیا میں بھی تبدیلی لانے کے لئے استعمال کیاجاسکتاہےتاریخ گواہ ہےدنیا میں ترقی اورعروج صرف ان ممالک اوراقوام کے حصے میں آئی ہیں جنکےافرادعصری اورمذہبی تعلیم وفنون سےآراستہ اورپیراستہ ہوئے ہیں تعلیم ایک ایسا شعبہ ہےجوکسی بھی ملک کے دیگرتمام شعبوں کی بنیاد ہے کسی ملک کی ترقی اوراسکے باشندوں کے ذہنی ارتقاءکا اندازہ وہاں کی تعلیمی حالت سےبخوبی لگایا جاسکتاہے۔

موجودہ وقت میں مغربی ممالک کی ترقی کا رازتعلیم کواہمیت دینااورتعلیم حاصل کرنے کی ہرممکن کوشش کرناہےمغربی ممالک کی کامیابی وکامرانی اورشرق کی بربادی کی ایک اہم وجہ تعلیم کانہ ہوناہےآج جن قوموں کی ترقی کی داستان روزہم خبروں کے ذریعے دیکھتے ہیں ان لوگوں نے تعلیم کی اہمیت وافادیت کوسمجھا اورایک پائیدارتعلیمی اسٹرکچرتیارکئے جس میں ملک اورقوم کی مفاد پوشیدہ تھی اگراسی طرح ہماری قوم کے اندربھی حصول تعلیم کا جذبہ غالب آجائےتویقیناً وہ دن دورنہیں کہ ہم دنیاکےان ملکوں میں شمارکئے جائیں گے جوجدیدعلوم کی آگاہی رکھتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے جب مسلمانوں نےتعلیم وتربیت کواپنے لئے عروج کا ذریعہ سمجھا تو وہ دین ودنیا میں سربلندی اورسرفرازی سے نوازے گئے،لیکن جب مسلمانوں نے اس بے بہانعمت سے روگردانی کی اوراسکے حصول سے دوری بناتے رہےتوزوال وانحطاط ان کی مقدر بن گئی پھروہ غلام بنالئے گئےاوربحیثیت قوم اپنی شناخت کھوبیٹھے۔اس لئے ضروری ہے کہ خاندان ومعاشرہ کا ہرفردتعلیم یافتہ بنے۔اعلی تعلیم کےحصول میں خواہ جتنی بھی دشواریاں پیش آئیں اورجتنی بھی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، برداشت کریں،اس راہ میں کسی بھی طرح کے مسئلے کوحائل نہ ہونے دیں،کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ عزم مصمم ہو،یقیں محکم ہو،عمل پیہم ہو،توپھرکامیابی ضرورقدم بوس ہوگی۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم
جہادزندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

تعلیم کےاعلی مدارج تک رسائی کے لئے پختہ قوت ارادی کی ضرورت ہے۔اگرعزم جواں ہوں،حوصلے بلندہوں اورکچھ کرگزرنے کاجوش وجذبہ اورحوصلہ ہوتویقین جانیں مطلوبہ ہدف کوپانابہت آسان ہوجاتا ہےکسی بھی شعبے میں کامیابی وکامرانی کے لئےضروری ہے کہ منصوبہ سازی کی جائے،ہدف اورنشانہ طے کریں اورپھراسے حاصل کرنے کے لئےمحنت لگن اوردیانت داری سےعمل پیراہوں تو کامیابی ضرور ملے گی۔اعلی تعلیم کے حصول یاروزگارپانے کے لئےطلباوطالبات کو مقابلہ جاتی امتحانات کے مراحل سے گذرناضروری ہے۔بغیرمقابلہ میں کامیاب ہوئے آپ اپنے عزائم کی تکمیل نہیں کرسکتے اورنہ آپ کےخواب شرمندہ تعبیرہوسکیں گے۔اس لئےضروری ہے کہ اپنے ذہن کوکمپٹیٹیو بنائیں،ہروقت خودکومستعداورتیاررکھیں۔جیسے ہی کسی بھی طرح کی ویکنسی یاایڈمیشن کے لئےآن لائن فارم بھرنے کی کارروائی شروع ہو،آپ اس میں حصہ لیں۔ہرطرح کےمقابلہ جاتی امتحانات میں شریک ہوں خواہ وہ مقابلہ جاتی امتحانات اعلی تعلیم کےحصول کے لئے ہویاکسی شعبے میں روزگاریعنی نوکری پانے کے لئے ہو۔بلندعزائم اورحوصلے کےساتھ تیاری کریں محنت اورلگن ایسے طلباءوطالبات ضرورکامیاب ہوں گے۔طلباءوطالبات کوہمیشہ مستعدرہنا چاہئے اورکسی بھی طرح کےمقابلہ جاتی امتحانات میں بڑھ چڑھ کرحصہ لیں۔مقابلہ جاتی امتحانات میں مسلم طلبہ وطالبات کی شرکت کافیصدکم ہونے کی وجہ سے یوپی ایس سی امتحان میں بھی کامیابی کافیصدکم ہورہاہے۔وقت اورحالات کاتقاضہ ہے کہ مقابلہ جاتی امتحانات سےمتعلق مسلم طلبہ وطالبات میں بیداری مہم چلائی جائے۔

یوپی ایس سی امتحان کےنتائج میں ہمیشہ مسلم طلبہ وطالبات کی کامیابی کا تناسب کم ہوتاہےجولمحہ فکریہ اورباعث تشویش ہے۔اس تناسب میں اضافے کی ضرورت ہے۔حالانکہ ملک میں مختلف ادارے مسلم طلبہ وطالبات کواس کےمتعلق رہنمائی اورکوچنگ فراہم کررہے ہیں۔اس کے باوجودخاطرخواہ نتائج برآمدنہیں ہوپارہے ہیں۔اس کے اسباب وعلل کاتدارک کرکے تناسب میں اضافہ کرنے کی سمت باعزت،باوقار اوردانشوران طبقہ کوسوچنا چاہئے۔حالیہ یوپی ایس سی کے نتائج میں صدف چودھری،عاصم خان، فیضان احمد،التمش غازی،منظرحسین،شاہد احمد،محمد حارث سمیر، سارہ اشرف وغیرہ سے اور بی پی ایس سی میں کامیاب محمدفیض اعظم صباآصف،ٹیپوسلطان،سیف الرحمن،مہناج جبیں، محمد نازش وغیرہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے اورانہیں ان سے تحریک وترغیب حاصل کرنی چاہئے۔یہ یادرکھنا چاہئے کہ کامیابی کے لئے منصوبہ بندی اورہدف کاتعین ضروری ہےمضبوط قوت ارادی کےساتھ کامیابی کے لئے رہنما اصول تلاش کریں۔کامیابی کے لئےمحنت و مشقت،مسلسل جدوجہداورلگن کےساتھ پڑھائی ضروری ہے۔بلاشبہ محنت ولگن کامیابی کی ضمانت ہے۔

Scanned with CamScanner

بدلتے حالات کا حل۔صبر واستقلال

ڈاکٹر محمد منظور عالم

دنیا تغیر پذیر ہے، ہر آئے دن حالات میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، ماضی کے مقابلے میں حال کی تصویر مختلف ہوتی ہے، مستقبل کا تصور اور زیادہ جداگانہ انداز پر مبنی ہوتا ہے، پچھلے ایک صدی میں کچھ بدل دیا گیا ہے، گذشتہ پندرہ برسوں سے تیزی سے حالات بدل رہے ہیں، عالمی منظر نامہ ایک نئی دنیا کی تصویر پیش کررہا ہے ماضی سے جس کا تعلق اور رشتہ بالکل ختم دیکھائی دے رہا ہے، تغیر پذیر اور بدلتے ہوئے حالات نے انسانوں کو مشکلات کا شکار بنادیا ہے، مسلمانوں کو عالمی سطح پر سب سے زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، عالم اسلام کے پاس طاقت کا فقدان ہے، ظلم و جبر کا شکار ہونا پڑ رہا ہے، بے چینی، پریشانی اور اضطراب نے احاطہ کررکھا ہے ایسے عہد اور تیزی سے بدلتے حالات میں مسائل کا حل صبر اور استقلال ہے۔

صبر کے دو پہلو ہیں، ایک مثبت اور دوسرا منفی: مثبت پہلو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ صبر واستقلال کی ہدایت کی، حوصلہ اور ہمت سے کام لینے کی تلقین کی، مشکلوں میں گھبرانے، خوف زدہ ہونے اور پریشان ہونے کی بجائے ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے کام لینے کا حکم دیا اور قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ”ان اللہ مع الصابرین“ اللہ تعالی صابروں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مصائب میں گھبرانے کے بجائے ہمت سے کام لیتے ہیں، خوف زدہ ہونے کے بجائے صبر کرتے ہیں، عزم اور حوصلہ کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے ہیں، انسانوں کا احترام کرتے ہیں، مخلوقات کا اکرام کرتے ہیں۔ یہ صبر کا مثبت پہلو ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب سوچ کے طریقہ کار میں تبدیلی ہوگی، افہام وتفہیم کا انداز تبدیل ہوگا، اصل مسائل پر نظر رہے گی۔ صبر کا منفی پہلو یہ ہے کہ انسان میں شیطانی صفت کا غلبہ ہوجائے گا، شیطانی فطرت مسلمانوں کو صبر کے مثبت اوصاف پر عمل کرنے سے روکے گی، انسانوں کو حسن اخلاق سے دور رکھا جائے گا، علم کو چند لوگوں تک محدود کردیا جائے گا، دولت کو چند لوگوں کیلئے خاص کردیا جائے گا، عوام کو چند سرمایہ داروں کا محتاج بنادیا جائے گا اور یوں انسانوں کو چند لوگوں کا غلام بنا دیا جائے گا۔ یہ شیطانی فطرت ہے، خلاف انسانیت ہے اور بدترین ظلم ہے۔ اس طرح سے ظلم وستم بڑھ جاتا ہے، کمزوروں کا کوئی پرسان حال نہیں رہتا ہے، انسانوں کو خود ساختہ نظام کی بنیاد پر کچھ مخصوص لوگ انسانوں کا استحصال شروع کردیتے ہیں، بدترین غلامی کی زندگی جینے پر مجبور کرتے ہیں، انصاف، مساوات اور آزادی سے محروم کردیا جاتا ہے۔ یہ امور اسلام اور قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ اسلام کا سب سے زیادہ زور مساوات، آزادی اور انصاف پر ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے کہ تمام انسان برابر ہیں، کسی کو کسی پر نسل، ذات، علاقہ اور خطہ کی بنیاد پر کوئی فوقیت اور ترجیح نہیں ہے، تمام انسان انصاف کے حقدار ہیں، مال دولت، عہدہ اور شہرت کی بنیاد پر انصاف کو خریدا نہیں جاسکتا ہے اور نہ ان بنیادوں پر ظالموں کو انصاف دیا جاسکتا ہے، اسی طرح ہر کوئی آزادی کا حقدار ہے، ہر بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کو غلام نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ ان امور کے تعلق سے اسلام کا موقف سب سے واضح ہے، اسلام کی اسی تعلیمات نے دنیا بھر پر اثر کیا ہے اور کڑوروں لوگوں نے جہالت کا راستہ چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کیا، اسلام قبول کرکے روحانی سکون حاصل کیا۔ اسلام نے عزت وآبرو کی حفاظت پر زور دیا ہے، اسے ضروری بتایا ہے، خواتین کا استحصال بھی بہت زیادہ ہونے لگا ہے، لگاتار خواتین کو ظلم کا شکار بنایا جارہا ہے، کمزور طبقات کو ظلم کے شکنجے میں کسا جارہا ہے، ہر چہار جانب سے ظلم ڈھایا جاتا ہے، ایسے موقع پر ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے، اسلام کے پیغام سے دنیا کو واقف کرایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام دنیا میں انصاف، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ کا علمبردار ہے، اکرام انسانیت اور احترام انسانیت ضروری ہے، سبھی یکساں سلوک کے حقدار ہیں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو اپنا ماتحت اور غلام بنالے اور جو لوگ ایسی سوچ رکھتے ہیں اسے ایکسپوز کیا جائے، ان کے ناپاک عزائم کا پردہ فاش کیا جائے، انسانوں کو ان کے فریب میں آنے سے بچایا جائے اور ایسے تمام مشنز کو ناکام بنانے کی پوری جدوجہد جاری رکھی جائے۔

انسانوں کو اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات کا خطاب دیا ہے، قرآن کریم میں ایک جگہ خیر امت سے پکارا ہے، ہمدردی، غمگساری، رحم دلی اور بھائی چارگی کا حکم دیا گیا ہے، انسانوں یہی خصوصیات بھی ہے کہ وہ ہمدردی اور غمگساری کا مظاہرہ کرے لیکن یہ سب کیسے ممکن ہے؟ اس کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان انانیت اور تکبر کو پہلی فرصت میں اپنے یہاں سے نکال پھینک دیں، یہ تسلیم کریں کہ تمام انسان ایک ہی آدم کی اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے پہلے انسان ہیں جسے روئے زمین پر آباد تمام انسانوں کا رشتہ قائم ہوتا ہے، سارے کے سارے ان کی ہی اولاد ہیں اور جب رشتہ وتعلق ان سے جڑتا ہے تو پھر قبیلہ، نسل، ذات اور علاقہ کی بنیاد پر فخر، شرف اور غرور کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ پاتی ہے۔ سچ وہی ہے جو قرآن میں کہا گیا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور سبھی اشرف المخلوقات میں شامل ہیں جن کی ترقی، بھلائی اور بہتری ضروری ہے۔

آئین ہند میں بھی قرآن کریم میں بتائے گئے اصول کو شامل کیا گیا ہے اور تمہید میں انصاف، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ کو بنیاد بنایا گیا ہے، انسانی وقار، تکریم انسانیت اور عظمت انسانیت کو بحال کرنے کیلئے ان امور کو بحال کرنا، معاشرہ اور سماج میں اسے بنیاد بنانا ضروری ہے تبھی انسانوں کی عظمت بحال ہوسکتی ہے، انسانوں کا اکرام ہوسکتا ہے، قرآن کریم میں واضح طور پر اکرام انسانیت کو بتایا گیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ولقد کرمنا بنی آدم، ہم نے بنی آدم کو مکرم اور لائق تکریم بنایا ہے۔

انسانوں کی ترقی اور بہتری کیلئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں، بہترین تعلیم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بچوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے، صرف کوالیٹی ایجوکیشن پر فوکس کرنے کے بجائے کوانٹیٹی پر توجہ مبذول کی جائے۔ جو لوگ ایجوکیشن کے میدان میں کام کررہے ہیں وہ آگے آئیں، فعال اور متحرک ہوکر مزید کام کو آگے بڑھائیں، عوام اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنائیں، جو والدین اپنے بچوں کو اسکول میں نہیں بھیج رہے ہیں ہم انہیں بھی اسکول میں بھیجنے کا نظام بنائیں، شرح تعلیم کو سو فیصد یقینی بنائیں۔ اس طرح معاشرہ ترقی یافتہ ہوگا، نظام بہتر ہوگا، انسانوں کو آزادی ملے گی، انصاف، مساوات اور بھائی چارہ عام ہوگا۔ انسانوں کو غلام بنانے والی ذہنیت اور مشن ناکامی کا سامنا کرے گی اور یوں ملک، سماج، معاشرہ اور انسانیت کی ہمہ جہت ترقی ہوگی۔

ملک میں معاشی بحران گہرا ہورہا ہے

عارف عزیز (بھوپال)

اگر ہمارے ملک میں ایک دن میں تین سو اکیاسی افراد خودکشی کرلیتے ہیں تو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایک سماج کے طور پر ہم کتنے ترقی یافتہ اور احساس ہوسکے ہیں اور اس میں اجتماعی شعور کے لئے کتنی جگہ ہے، این سی آر بی یعنی قومی جرائم ریکارڈ بیورو کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق 2019 میں ملک میں ہر گھنٹے کم سے کم پندرہ افراد نے خودکشی کرلی، اعداد وشمار پر نظر ڈالنے سے اس کی کچھ پرتوں کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے، مثلاً خودکشی کرنے والوں میں تقریباً ستر فیصد مرد اور تقریباً تیس فیصد خواتین ہیں، شہروں میں خودکشی کی شرح 13.9 فیصد ہے جو اس معاملے میں قومی اوسط 10.4 فیصد سے کافی زیادہ ہے، اس کے علاوہ 2017 اور 2018 کے اعداد وشمار سے تقابل کریں تو ہر اگلے سال اس میں ضافہ ہی درج کیا گیا ہے، ظاہر ہے اس مسئلہ کی سنگینی کی شناخت کے باوجود اس کا دائرہ مزید بڑھتا ہی جارہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اسے صرف تناؤ اور مایوسی سے متاثر افراد کا ایک نجی مسئلہ اور اس کے حاصل کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے؟ این سی آر بی کی رپورٹ کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں بتیس فیصد سے زائد افراد نے گھریلو مسائل سے تنگ آکر تو تقریباً سترہ فیصد افراد نے بیماری سے پریشان ہوکر اپنی جان لے لی، اس کے علاوہ جذباتی ٹھیس، تنہائی، قرض اور دیگر کئی وجوہات بھی ہوسکتی ہے۔

یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک شخص کسی بھی صورت میں سماج سے اس حد تک الگ نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کی سرگرمیاں یا اس میں ہونے والے نشیب وفراز کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے، اگر کوئی شخص تنہائی، تناؤ اور اس کے بعد مایوسی کے دور میں چلا جاتا ہے تو اس کی وجہ اس کے آس پاس وقوع پذیر واقعات، اس کے اثر اور اس میں اس کی حالت بنیادی وجہ ہوتی ہے، ایسی بھی کئی وجوہات ہوتی ہیں جن میں کوئی شخص حالات سے متاثر ہوکر پریشان تو ہوتا ہے، لیکن اس سے نجات پانے کی اس کی کوشش بے حد نجی ہوتی ہے جب کہ اس میں اسے ہمدردانہ یا مشورہ کی سطح پر مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ستم ظرفی یہ ہے کہ ہم جس طرح سماجی ڈھانچے میں پرورش پاتے ہیں اس میں ہمیں مسئلہ کو دیکھنے میں تو مشکل نہیں ہوتی، مگر اس کی وجوہات کی شناخت کرنے کی صلاحیت عام طور پر ہمارے اندر فروغ نہیں ہوپاتی، یہی وجہ ہے کہ بے حد نازک لمحات میں جب کسی وجہ سے ذہنی یا پھر جذباتی اتھل پتھل کے دور میں لوگ داخل ہوجاتے ہیں تو کئی بار خود پر سے لگام چھوٹ جاتی ہے اور اپنی جان لے لینے جیسا سب سے مشکل فیصلہ سب سے آسان ہوجاتا ہے، یقینی طور پر یہ اس مسئلہ کی نفسیاتی پرتوں کی پیچیدگی ہے، لیکن یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایک خودکشی دراصل اجتماعی، سماجی نظام کی ناکامی ہے، اپنے آس پاس کون شخص کسی محرومی سے دوچار تناؤ اور مایوسی کی زد میں ہے، خاندانی جھگڑوں یا رسہ کشی میں الجھا ہوا ہے یا پھر کسی نجی جذباتی کشمکش کی حالات میں خود سے ہار رہا ہے، اس کی پہچان کرنے کا احساس شاید ہمارے اندر مضبوط نہیں ہوسکا ہے، اپنے دائرے میں جینے اور اپنی سہولتوں کو سب سے اہم ماننے کی ذہنیت نے اس سے دوسرے کندھے پر ہاتھ رکھنے کا احساس چھین لیا ہے جو کئی بار کسی کی جان بچا لینے اور نئی زندگی دینے کا ذریعہ بن سکتا ہے، جب کہ کئی بار اس ذہنی ڈھانچے کا ہمیں خود بھی شکار ہونا پڑ سکتا ہے، جب بعض بے حد نازک لمحات میں ہم جذباتی سہارا دینے والے کسی کی تلاش کررہے ہوں۔

Scanned with CamScanner

اسلامی دعوت کے میدان عمل

مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی

موجودہ دور میں زندگی کے بیشتر میدانوں میں اسلامی اثرات نہ صرف ظاہر ہوئے ہیں، بلکہ ان میدانوں میں غیر اسلامی عناصر اور نئی تہذیب وتمدن کے پیدا کئے ہوئے مسائل وحالات سے نمٹنے کی قوت وصلاحیت کا اسلامی شخصیتوں اور اداروں نے ثبوت بھی دیا ہے اور انکا بہترین بدل پیش کیا ہے، زندگی کے جن میدانوں میں اسلامی فکر وعمل نے کامیاب تجربے کئے اور اپنے لئے ان میدانوں میں زمین ہموار کی اور اپنے وجود وتشخص کو تسلیم کرالیا، ان میں ایک میدان دینی اور عصری تعلیم کا ہے، اکثر اسلامی ملکوں اور خود ہندوستان میں بھی عصری دانشگاہیں اور علمی بحث وتحقیق کے مراکز اور اکیڈمیاں قائم ہو چکی ہیں اور ایسے متعدد تعلیمی ادارے قائم ہیں جن میں مسلمان دینی ماحول میں رہ کر علم جدید کی تعلیم حاصل کررہے ہیں اور جدید طرز اسلوب میں دینی علوم پڑھ رہے ہیں، اور خالص دینی تعلیم کے ان متعدد ادارے ہیں جو مبلغ وداعی پیدکررہے ہیں اور فاضل وماہر اساتذہ نہ صرف اسلامی موضوعات پر تحقیق کررہے ہیں، بلکہ اس بات کی بھی کوشش کررہے ہیں کہ اسلامی فکر اور عصری علوم کے مابین ربط پیدا کرسکیں، انہی میں سے ایک جماعت سنجیدہ علمی بحث وتحقیق کے ذریعے اور جدید مؤثر اسلوب میں مغربی مفکرین کی غلطیوں اور گمراہ کن نظریات کو بے نقاب کررہی ہے، دوسری جانب اسلامی ادارے اور تحقیقات ونشریات کے مرکزوں کے قیام کا سلسلہ جاری ہے اور ان تعلیم گاہوں سے دینی افکار ونظریات اور اسلامی رجحان کے حامل فضلاء بڑی تعداد میں نکل رہے ہیں، جن کی تعداد میں برابر اضافہ ہورہا ہے، اور ماہر اساتذہ کی ایک جماعت اسلامی تربیت اور دعوتی عزم کے ساتھ، یورپ، امریکہ اور افریقہ کی متعدد یونیورسٹیوں میں پہنچ گئی ہے اور موجودہ فکر پر اثر انداز ہونے کی کوشش کررہی ہے، اور شخصی روابط سے اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں ان کو ذہنوں سے صاف کررہی ہے، اللہ کے فضل سے اس میں اور اضافہ ہورہا ہے، اور اس کی وجہ سے علماء کے وقار میں بھی اضافہ ہورہا ہے، اس تربیت یافتہ نسل نے ایک ایسا فکری انقلاب برپا کردیا ہے جس سے نہ صرف اسلام کے بارے میں شبہات کا ازالہ ہوا، بلکہ اس نے فکری جنگ کو مغرب کی طرف موڑ دیا، اس نسل نے جو مغرب کی مرعوبیت سے آزاد تھی، جدید مسائل کا آزادانہ مطالعہ کیا اور اسلامی فکر کو جدید اور مؤثر اسلوب میں پیش کیا، اس سے مستشرقین کا رعب بڑی حد تک ختم ہوگیا اور انکی مکاریوں کا پردہ چاک ہوگیا ہے، اور اسلام کے مطالعہ کا نیا جذبہ ورجحان پیدا ہوا ہے۔ ان کوششوں کا بڑا فائدہ عصری تعلیم حاصل کرنے والے طبقہ میں دینی شعور اور اسلامی تعلیمات سے واقفیت کے تناسب میں اضافہ ہے جب کہ عہد ماضی میں عصری تعلیم کو الحاد اور مغرب پرستی کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بعض علاقوں میں ایسے ادارے بھی قائم ہوگئے ہیں جہاں عصری تعلیم حاصل کرنے والوں یا تجارت وصنعت سے تعلق رکھنے والوں کے لئے خارج میں دینی تعلیم کا نظم کیا جاتا ہے، اس سلسلہ کو اور وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ غیر مسلموں میں اسلام کا صحیح تعارف کا عمل بھی جاری ہے، اس میدان میں ایک تعداد سرگرم عمل ہے، جس کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہورہے ہیں اسلام کے صحیح تعارف کی کوششوں کے نتیجہ میں غیر مسلموں میں ایک تعداد اسلام کی حامی پیدا ہوگئی ہے جن میں بعض اپنے اپنے حلقہ میں اسلام پر اعتراضات کا دفاع اور شکوک وشبہات کا ازالہ کررہے ہیں۔ اسلام کے صحیح تعارف کے عمل وسیع اور تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسرا میدان جس میں اسلامی بیداری کے اثرات محسوس ہوئے ہیں، وہ اقتصادی میدان ہے، جس کو مغربی تمدن کی ریڈھ کہا جاتا ہے، جس کے بارے میں یہ تصور تھا کہ ایک ترقی یافتہ اقتصادی نظام بغیر سود کے کامیاب نہیں ہوسکتا، جبکہ بلاسودی اسلامی بینکوں کے کھل جانے اور کامیاب ہو جانے سے یہ دعویٰ باطل ہو چکا ہے اور سرمایہ دار بینکوں کی جانب سے مشکلات پیدا کئے جانے کے باوجود اسلامی بینکوں نے کافی اہمیت حاصل کرلی ہے اور اپنے کاروبار میں اضافہ کرلیا ہے، ان بینکوں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نظام مغرب کے اقتصادی نظام سے زیادہ سہل اور نفع بخش ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت قلیل مدت میں یہ بینک مغربی بینکوں کو پہنچ گئے ہیں، اور عالمی اقتصادی بحران نے جس میں پوری دنیا خصوصاً عالمی طاقت بتلا ہے، اسلامی اقتصادی نظام کے مطالعہ اور اس کے اپنانے پر مجبور کردیا ہے، چنانچہ اس نظام کے مطالعہ اور سمجھنے کے لئے کانفرنسیں اور ورکشاپ ہورہے ہیں اور اسلامی اقتصادی نظام کے اپنانے کی آوازیں بلند ہونے لگی ہیں، خود ویٹی کن کی طرف سے بھی اسلامی اقتصادیات کے مطالعہ کی ہدایت جاری کی گئی ہے۔ غیر سودی اسلامی بینکوں کے رواج ومقبولیت کو دیکھ کر وہ اسلامی ممالک بھی جو اس نظام کو اپنانے میں تردد کا شکار تھے، اب تیزی سے اسلامی بینک کھول رہے ہیں، اس طرح بہت سے اسلامی ملکوں میں سرمایہ کاری کی اسکیمیں، امدادی سوسائٹیاں اور صنعت وتجارت اور تعمیر کے میدان میں تعاون کرنے والی کمیٹیاں قائم ہو چکی ہیں، جو کافی مقبول اور کامیاب ہورہی ہیں اور توقع سے زیادہ آمدنی کے ذرائع حاصل کررہی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس راہ میں کی جانے والی جدوجہد بارآور ہوئی ہے، اور اس کامیابی کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی غیبی طاقت کارفرما ہے، ان اسلامی بینکوں کے ذمہ داروں نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہیں یقین نہیں تھا کہ اس قدر جلد اتنی زبردست کامیابی نصیب ہوگی۔

اس نظام کا دائرہ جب وسیع ہوجائے گا تو پھر وہ مزید محتاج اور غریب مسلمانوں کو مالی امداد فراہم کرسکیں گے، جس سے زراعت وصنعت اور تعلیم کے سلسلے کو وسیع اور رائج کرنے میں مدد ملے گی، اور مسلمانوں کے پسماندہ طبقوں کو اس لائق بنایا جاسکے گا کہ وہ چھوٹے چھوٹے منصوبوں کو پورا کرنے کا بوجھ برداشت کرسکیں، اسی طرح جہالت وناخواندگی کو دور کرنے کے لئے مدارس، اور غربت وبے روزگاری کے خاتمے کے لئے صنعتی مراکز قائم کرنے کے منصوبہ پر عمل کیا جائے گا، جس سے مسلمانوں میں تعلیم اور خود اعتمادی کا رجحان بڑھے گا اور اس طریقے سے اسلامی تصور کی روشنی میں زندگی کے دیگر میدانوں کے مسائل حل کرنے میں مدد ملے گی۔

بہت سے ایسے میدان بھی ہیں جو ابھی تک اسلامی نمائندگی سے خالی ہیں، انہیں میں سے ذرائع ابلاغ بھی ہے، اطلاعات ونشریات کے موضوع پر متعدد کانفرنسوں کے انعقاد کے باوجود ابھی تک اس میدان میں غیر اسلامی عناصر حاوی ہیں، جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ بنانے کی فکر وکوشش میں مشغول ہیں، اور ان کے انہیں گوشوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جن سے اسلامی معاشرے کا صرف برا پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے۔

بین الاقوامی ذرائع ابلاغ ومیڈیا کی رپورٹوں اور جائزوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں صیہونی اور صلیبی عناصر گھسے ہوئے ہیں، جو مغرب اور اسرائیل کو دنیا کی ہمدردی حاصل کرانے میں کلیدی رول ادا کررہے ہیں، مسلمانوں کی عزت وعظمت کو داغدار کررہے ہیں اور مسلمانوں کے تمام اقدامات کو دہشت پسندی، پسماندگی، خیانت وغداری اور جہالت کے عنوان سے پیش کررہے ہیں، جب کہ اسلامی ملکوں میں غیر مسلم عناصر کے ہر اقدام کو حریت وبیداری کے لئے جدوجہد وانقلاب کا نام دیتے ہیں، اکثر مواقع پر میڈیا وہ کام انجام دیتا ہے جو ایک مسلح فوج بھی نہیں دے سکتی، کیونکہ وسائل ابلاغ حالات کے بدلنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

جو حکومتیں علمی صلاحیت، نفری طاقت اور مالی وسائل سے لیس ہیں وہ بین الاقوامی سطح پر یہودیوں اور صلیبیوں کے زیر اثر ذرائع ابلاغ واشاعت کا مقابلہ کرسکتی ہیں، اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک جدید طرز اسلوب اور علمی مواد اور وسائل سے آراستہ اخبارات اور نشریات کا اجراء نہ کیا جائے جو اکثریت کے ذہن پر اثر انداز ہوسکیں اور بین الاقوامی سطح پر خبر رساں ایجنسیاں نہ قائم کی جائیں جو اسلامی دنیا کا صحیح رخ پیش کریں اور یہ کام صرف مسلمانوں کی مذہبی وعلاقائی زبانوں میں ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے دنیا کی تمام بڑی اور اہم زبانوں میں یہ کام ہو، حقیقت تو یہ ہے کہ اس میدان میں اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا مقابلہ کرنا کوئی ناممکن اور محال بات نہیں ہے، اس لئے کہ جب مسلمان سنجیدہ اور ٹھوس اقدام کریں گے تو اس خطرے کا مقابلہ بآسانی کرسکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے دوسرے میدانوں میں کیا ہے، خواہ محدود پیمانہ پر ہی کیوں نہ ہو۔

ایک میدان خدمت انسانی کا ہے، یہ ایسا میدان ہے جس کے شہسوار مسلمان تھے، لیکن افسوس کے آج دولت کی ریل پیل ہوتے ہوئے بھی ہم اس میدان سے باہر نکلتے جارہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے دینی حلقوں میں زکوۃ کا نظام قائم ہے، لیکن یہ محدود اور غیر منظم ہے، اسی طرح بعض اہل خیر حضرات فقراء، مساکین، غریبوں اور دیگر خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں، لیکن یہ کوششیں بھی شخصی اور عیسائی ویلفئر سوسائٹیوں کے مقابلہ میں غیر منظم ہے، عیسائیوں نے عیسائیت کی تبلیغ واشاعت میں اور مغربی تہذیب اور تمدن کو پھیلانے میں اس میدان سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے عیسائی مشنریوں نے اسلامی ملکوں میں بڑے پیمانے پر امدادی اور رفاہی اداروں کا جال پھیلا دیا ہے، قدرتی آفات ومصائب، زلزلے، طوفان اور سیلاب یا دیگر انسانی سانحوں کے موقعوں پر یہ ادارے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور امداد کے راستے سے اپنی فکر وثقافت اور طریقۂ زندگی کی تبلیغ کرتے ہیں، یہ میدان اسلامی فکر وعمل کا اہم میدان ہے، اس میں اسلام کی نمائندگی کمزور بلکہ بہت کم ہے، اسلام نے غریبوں، مسکینوں، مظلوموں، آفات ومصائب کے شکار اور پریشان حال لوگوں اور بیماروں کی مدد پر زور دیا ہے اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے اور اسے کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون "اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ" (الحج:۷۷) اور (مومنو) تم جو مال خرچ کروگے تو اس کا فائدہ تم ہی کو ہے اور تم جو خرچ کروگے خدا کی خوشنودی کے لئے کروگے اور جو مال تم خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (بقرہ:۲۷۲) اور تم جو چیز خرچ کروگے وہ اس کا تمہیں عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (سورۃ سبا:۳۹) مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے راہ خدا میں خرچ کرو اور بری اور ناپاک چیز دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کرلو ان کو کبھی نہ لو اور جان رکھو کہ خدا بے پرواہ اور قابل ستائش ہے۔ (سورہ بقرہ:۲۶۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو اس کی شرافت اور عظمت واپس کی اور اس کا کھویا وقار واعتبار بحال کیا، اس ارشاد نبوی سے زیادہ انسان کی عظمت وعزت کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے "الخلق عیال اللہ، فأحب الخلق الی اللہ من أحسن الی عیالہ" خدا کی مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے (سنن بیہقی) انسانی رفعت اور اس کی خدمت کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت بلیغ اور معنی خیز ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں پوچھیں گے: "اے ابن آدم! میں بیمار پڑا، مگر تو نے میری عیادت نہیں کی؟ آدمی کہے: یارب! آپ تو رب العالمین تھے میں آپ کی عیادت کیسے کرتا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا، مگر تم نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تم سے کھانا مانگا، تو تم نے مجھے کھلایا نہیں؟ آدمی کہے گا: بار الٰہ! آپ تو دنیا کے پالنہار تھے، آپ کو کیسے کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندہ نے تم سے کھانا مانگا مگر تم نے اس کو کھانا نہیں دیا؟ اگر تم اسے کھلاتے تو مجھے اس کے پاس پالیتے۔ اے ابن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا مگر تم نے مجھے پانی نہیں دیا؟ آدمی کہے گا: خدایا! آپ تو رب العالمین ہیں میں آپ کو پانی کیسے پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندہ نے تم سے پانی مانگا مگر تم نے اسے پانی نہیں دیا، اگر تم اسے پانی پلاتے تو مجھے اس کے قریب پاتے۔ (مسلم شریف) یہ میدان حقیقت میں خالص اسلامی میدان ہے، اس میں غیروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا رول بڑا فعال ہونا چاہئے اور مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لئے اور پسماندگی کو دور کرنے کے لئے اس وقت اس کی سخت ضرورت ہے، مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

زندگی گذارنے کے رہنما اصول

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

مومن درحقیقت وہ شخص ہے جو دل سے اللہ تعالی کی وحدانیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے تمام عقائد واحکام پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو۔ اور اس کو اس بات کا پختہ یقین ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو جو احکام دیئے ہیں وہی ان کی دین و دنیا کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اس ایمان کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق گزارے، جن باتوں کا اس کو حکم دیا گیا ہے ان کو بجالائے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رک جائے۔

لہذا ایک مومن کی بنیادی صفت یہ ہے کہ اس کی زندگی اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق گذرے۔ وہ اپنے ہر کام اور نقل وحرکت میں پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کو اجازت ہے یا نہیں۔ اجازت ہوتی ہے تو کرتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ چنانچہ اس کو زندگی میں اپنی نفسانی خواہشات کے بہاؤ پر بہنے کے بجائے اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق بسر ہوتی ہے۔

مومن کی یہ وہ بنیادی اور جامع صفت ہے کہ جس کے نتیجے میں تمام نیک اور اچھی صفات اس میں خود بخود پیدا ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے جتنے احکام اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں ان سب کا مقصد یہ ہے کہ انسان اچھی صفات سے آراستہ اور بری صفات سے پاک ہوجائے اور جو شخص ایک مرتبہ یہ عہد کرے کہ وہ اللہ تعالی کے تمام احکام کی پابندی کرے گا تو لازماً وہ ساری اچھی صفات اس میں پیدا ہوجائیں گی۔

مومن کی یہ صفات جو اطاعت خداوندی سے پیدا ہوتی ہیں اتنی بے شمار ہیں کہ مختصر وقت میں ان سب کا بیان ممکن نہیں۔ لیکن اگر اختصار اور جامعیت سے کام لیا جائے تو مومن کی صفات خاص طور سے زندگی کے پانچ شعبوں سے متعلق ہوتی ہیں:

عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ اور اخلاق۔

عقائد کے شعبے میں مومن کی بنیادی صفت قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

''اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں ان ہدایات پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئیں اور ان ہدایات پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبروں پر نازل کی گئیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔''

مومن کی اس صفت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے جتنے عقائد اور جتنی ہدایات دنیا میں بھیجی ہیں ان سب کو برحق ماننے کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا۔

اس یقین کی بناء پر وہ رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی حتی الامکان کسی ایسے کام کا مرتکب نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کو آخرت میں پروردگار کے سامنے شرمسار ہونا پڑے۔

عبادت کے شعبے میں مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف اور صرف اللہ کا بندہ سمجھتا ہے، اللہ کے سوا کسی کو پوجتا ہے نہ کسی کے آگے جھکتا ہے، نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے سوا کسی کی قدرت اور اختیار سے کسی مدد کا طلب گار ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے عبادت کے جتنے طریقے مقرر فرمادیئے ہیں ان سب کو پورے اخلاص عاجزی اور احساس بندگی کے ساتھ بجالاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ''فلاح وہ مومن حاصل کریں گے جو اپنی نماز میں خشوع سے کام لیتے ہیں۔''

اور آگے ارشاد ہے: ''اور جو لوگ رب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو لوگ کہ (اللہ کی راہ) میں جو کچھ دیتے ہیں اس طرح دیتے ہیں کہ (مال خرچ کرنے کے باوجود) ان کے دل اس بات سے ڈرے ہوئے رہتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور یہ لوگ دوڑ دوڑ کر نیکیوں کی طرف جاتے ہیں اور ان نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔''

مطلب یہ کہ بدنی عبادت کا معاملہ ہو یا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرکے مالی عبادت کا سوال ہو مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور معاملات کے شعبے میں مومن کی صفت ہے کہ وہ اپنی بات کا سچا اور وعدے کا پکا ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکہ، فریب، بدعہدی کا معاملہ نہیں کرتا اور بے جا طریقے سے دوسرے کا حق غصب کرنے کی فکر میں نہیں رہتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: ''اور وہ مومن فلاح یافتہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا پاس کرنے والے ہیں۔''

لفظ ''امانت'' کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس کے معاملے میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہو اور چونکہ ایسی امانت کی بہت سی قسمیں ہیں اس لئے قرآن کریم نے اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے تاکہ اس میں امانت کی تمام قسمیں شامل ہوجائیں اس میں مالی امانت تو ظاہر ہی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا کوئی مال کسی کے پاس رکھوایا ہو تو یہ اس کی امانت ہے جسے واپس کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کی ہو تو یہ بھی اس کی امانت ہے۔ اور شرعی عذر کے بغیر اس راز کا کسی پر ظاہر کرنا اس امانت میں خیانت ہے۔

اس طرح کسی ملازم کو جتنے وقت کے لئے ملازم رکھا اس پورے وقت کو ملازمت کے کام میں لگانا بھی امانت ہے۔ اور وقت کی چوری یا کام کی چوری خیانت کے حکم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امانت کا پاس کرنا بڑا جامع لفظ ہے جس میں معاملات کی بے شمار قسمیں داخل ہوجاتی ہیں اور مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ ان تمام امانتوں کا پاس کرتا ہے۔

اسی طرح وعدے اور معاہدے کا پاس کرنے میں بھی معاملات کی بہت سی صورتیں داخل ہوجاتی ہیں۔ اشیائے فروخت میں ملاوٹ یا ان کے عیب کو چھپانا یا کم ناپ تول کا ارتکاب یہ تمام جرائم عہد شکنی میں داخل ہیں۔ اور مومن کی صفت یہ ہے کہ اسے اپنے معاہدے کا پاس ہوتا ہے وہ جیسا معاہدہ کرتا ہے اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔

کیونکہ اسے یقین ہے کہ اگر بدعہدی کے نتیجہ میں اس نے کچھ تھوڑا بہت ظاہری نفع کما بھی لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں اس کا انجام بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ معاملات کی صفائی، امانت داری اور معاہدے کی پابندی مومن کا وہ طرہ امتیاز رہا ہے جسے دیکھ کر ماضی میں بہت سے کافر مسلمان ہوئے۔

عبادت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی ہوجائے تو اس کی تلافی توبہ سے ہوسکتی ہے، لیکن بدمعاملگی اور حقوق العباد کو تلف کرنے کی تلافی صرف توبہ سے بھی ممکن نہیں جب تک کہ صاحب حق کو اس کا حق نہ پہنچادیا جائے۔ یا وہ خوش دلی سے ازخود معاف نہ کردے اس وقت تک اس گناہ عظیم کے معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

چنانچہ جب اسلام عملاً دنیا میں نافذ تھا تو اس وقت مسلمان خواہ کتنا ہی گیا گزرا ہو، لیکن جھوٹ، دھوکہ، فریب، بدعہدی، خیانت کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا تھا۔

زندگی کا چوتھا شعبہ معاشرت ہے یعنی دوسروں کے ساتھ میل جول اور باہمی تعلقات کے انداز۔

اس شعبے میں ایک مومن کی بنیادی صفت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں۔''

''اور مومن وہ ہے جس سے دوسروں کو اپنی جان و مال کے معاملے میں کوئی خطرہ نہ ہو۔''

اسلام کے نظام معاشرت کے تمام احکام اس بنیادی اصول کے گرد گھومتے ہیں کہ ہر مسلمان اس بات کا دھیان رکھے کہ اس کے کسی طور طریقے اور کسی عمل سے دوسرے کو کسی قسم کی جسمانی یا نفسیاتی تکلیف نہ پہنچے۔ کسی شخص کو دل آزار باتیں کہنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، کسی کی چغلی کھانا، کسی کے خلاف بدگمانی میں مبتلا ہونا، کسی کے عیوب کی جستجو کرنا کسی کی اجازت کے بغیر اس کی خلوت میں مخل ہونا۔ یہ سب وہ گناہ ہیں جنہیں قرآن کریم نے صریح الفاظ میں ممنوع قرار دیا ہے۔

اور ایک مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اس قسم کی تمام گھٹیا باتوں سے مکمل پرہیز کرتا ہے۔

آخری شعبہ ''اخلاق'' کا ہے اور اس شعبے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ:

''مکمل ایمان ان ہی لوگوں کا جو خوش اخلاق ہوں گے۔''

خوش اخلاقی کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں تکبر کے بجائے تواضع اور انکسار، بخل کے بجائے سخاوت، بزدلی کے بجائے بہادری، سخت مزاجی کے بجائے رحم دلی، جلد بازی کے بجائے تحمل، زبان درازی کے بجائے خوش کلامی اور فحاشی کے بجائے عفت و پاکیزگی پائی جائے۔ اس سے مل کر اس کی باتیں سن کر اس کے کردار کو دیکھ کر دوسرے کو انقباض کے بجائے فرحت حاصل ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسانی شرافت کی جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں ایک مومن کو ان سب کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ اور جس شخص میں ان صفات کی جتنی کمی ہے اتنا ہی اس کا ایمان نامکمل ہے۔ اور جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ خواہ قانونی طور پر مسلمان ہی کہلائے لیکن جس قسم کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب ہے اس سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی ہم سب کو ان صفات سے آراستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے جو ایمان کا لازمی تقاضہ ہیں جن سے مزین ہوکر قرون اولی کے مسلمانوں نے دنیا بھر پر اپنے عروج و اقبال کے پرچم لہرائے ہیں اور آج بھی ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مدرسہ دارالعلوم رحیمیہ

زیر اہتمام: علی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

یکتا نگر بنگواں لوہا گاڑا ہاٹ بہادر گنج ضلع کشن گنج بہار 855101

اپیل برائے تعاون

مدرسہ ھذا ایک خالص دینی تعلیمی ادارہ ہے جو کئی سالوں سے علاقہ کے غریب و مفلس بچے اور بچیوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے میں سرگرم عمل ہے، مدرسہ ھذا میں شعبہ حفظ و ناظرہ اور عربی اول تک کی عمدہ تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا بھی اچھا نظم ہے غریب و نادار طلبہ کی تعلیم و رہائش کا انتظام مفت میں مدرسہ کی طرف سے ہے۔
مدرسہ ھذا میں 162 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں جن میں سے 125 طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں، 6 اساتذہ اور 2 ملازم خدمت انجام دے رہے ہیں، 13 نومبر 2021 سے قبل ہی مدرسہ کی چھت کی ڈھلائی ہونی ہے جس پر تقریباً 7 لاکھ روپے کا صرفہ ہے، لہٰذا اہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعاون فرمائیں۔

Name:. Ali Educational And Welfare Trust, A/c No:10200004591058
Ifsc: BDBL0001182, Google pay. 9324088425

(ناظم مدرسہ: سالک انور نوازی قاسمی)

رابطہ: 9162741554/9324088425

Scanned with CamScanner

اسکولی سطح پر اردو زبان کی تدریس کے مسائل

غفرانہ بیگم

اردو، ایک اہم زبان ہے اور ہندوستان کی درج فہرست قومی زبانوں میں سے ایک ہے۔عربی اور فارسی سے اردو نے بہت استفادہ کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں عربی اور فارسی الفاظ کے بہت سے الفاظ ہیں۔مگر اس کا مطلب قطعی یہ نہیں ہے کہ اردو زبان صرف عربی اور فارسی لفظیات تک ہی محدود ہے ،بلکہ یہ ایسی زبان ہے کہ جس میں دوسری زبانوں کے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔خاص طور پر ہندی اور سنسکرت کے بہت سے الفاظ اِس زبان میں اس طرح جذب ہو گئے ہیں کہ فرق کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

اردو ہندی کی طرح اس کی پرورش و پرداخت بھی ہندوستان ہی میں ہوئی اور ان دونوں زبانوں کے درمیان بہت سے اشتراکات بھی ہیں۔خاص طور پر ہندوستانی تہذیب وثقافت کی نمائندگی دونوں زبانوں میں بہ خوبی ہوئی ہے۔صوتیات اور قواعد کے لحاظ سے بھی اردو اور ہندی ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ان دونوں زبانوں کا نقطہ امتیاز صرف رسم الخط ہے۔ ہندی نے دیوناگری لپی کو اپنایا تو اردو نے فارسی رسم الخط کو۔رسم الخط کے اختلاف کے باوجود دونوں زبانوں میں بڑی قربتیں ہیں۔اس کے باوجود اردو اور ہندی میں غیر ضروری طور پر تنازعے بھی شروع کیے گئے جس کی وجہ سے بہت سی سطحوں پر اردو کو بہت سے مسائل کا سامنا بھی ہے۔بولنے والو ں کی تعداد سے لے کر اس کی تعلیم و تدریس کے مسائل بھی بہت اہم ہیں۔خاص طور پر اسکولی سطح پر اردو زبان کی تدریس میں بڑی دقتیں آرہی ہیں۔میں یہاں صرف بہار کے اسکولوں کے حوالے سے بات کروں گی کہ بہار کی دوسری سرکاری زبان ہوتے ہوئے بھی وہاں بنیادی سطح پر وہ سہولیات نہیں ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں۔ایک بات اور بھی ہے کہ آج کے طلبا اردو پڑھنا لکھنا نہیں چاہتے۔زیادہ تر طلبا کا ارادہ ہوتا ہے کہ دسویں کے بعد اردو سے ان کا واسطہ نہ رہے۔اس لیے اردو پڑھنے میں ان لوگوں کا دھیان نہیں ہوتا۔ طلبا کی اکثریت ریاضی، سائنس، انگریزی یا دیگر مضامین کو پڑھنے میں دلچسپی رکھتی ہے۔شاید بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ اردو زبان بہت محدود ہے اور اس میں روزگار کے مواقع بھی کم ہیں۔وہ تکنیکی تعلیم حاصل کر کے روزگار حاصل کرنا چاہتے ہیں یا دیگر پیشہ ورانہ کورسز میں داخلہ لیتے ہیں۔اسی لیے اسکولوں میں تدریسی سطح پر دشواریاں پیش آرہی ہیں۔خاص طور پر بہار جو کبھی اردو کا گہوارہ کہلاتا تھا اور وہاں اس زبان کے شیدائیوں کی ایک بڑی تعداد تھی مگر موجودہ دور میں اب اردو سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے جو تشویشناک ہے۔

2011 کی مردم شماری کے مطابق بہار میں اردو بولنے والوں کی آبادی 87.7 لاکھ ہے لیکن تحقیق کے دوران جب اسکولوں میں جانے کا اتفاق ہوا تو جو بات سب سے زیادہ کھٹکی وہ یہ کہ اس دور جدید میں طلبا کی اردو زبان پڑھنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ان طالب علموں میں زیادہ تر اردو زبان صرف اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ انھیں 3L فارمولے کے تحت پڑھنے کی مجبوری ہے۔چند طلبا ہی ایسے ہیں جو اس زبان کو دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور زیادہ تر طلبا دیگر زبانوں کی تعلیم پر زیادہ زور دیتے ہے کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ آنے والے دنوں میں اردو ایک غیر ضروری زبان بن سکتی ہے۔

زیادہ تر اسکولوں میں اردو زبان کے ایک یا دو معلمین ہی ہیں اور کئی اسکولوں میں تو اردو زبان کا کوئی بھی معلم ملتا نہیں ہے۔اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے اردو زبان کے معلموں کی کمی کو دور کیا جائے۔حکومت کی جانب سے یہ قانون بھی بنایا گیا ہے کہ تمام اسکولوں میں معلمین تربیت یافتہ ہی ہونے چاہئیں کیونکہ ایک تربیت یافتہ معلم ہی طلبا کے سماجی، ثقافتی ونفسیاتی نشوونما میں بہتر کردار ادا کر سکتا ہے مگر غور و فکر کی بات یہ ہے کہ تربیت یافتہ معلمین بھی اسکولوں میں اپنے کام کو بہتر طریقے سے انجام نہیں دے پارہے ہیں؟

تدریس کو معقول، موثر اور دلچسپ بنانے کے لیے اساتذہ بہتر سے بہتر طریقۂ تدریس، تدریسی حکمت عملی اور مختلف قسم کے تدریسی اکتسابی آلات کا استعمال کرتے ہیں۔ بیشتر اسکول انتظامیہ کے پاس کسی بھی طرح کا تدریسی اکتسابی آلہ موجود ہی نہیں ہوتا۔حکومت نے بہار کے تمام اسکولوں میں ایک ہی نصاب پر مبنی 'اسمارٹ کلاسز' شروع کروائی ہیں، تا کہ طلبا بہتر انداز اور خوشگوار ماحول میں سمعی وبصری آلات کے ذریعے تعلیم حاصل کر سکیں۔مگر بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اردو زبان کی تدریس کو اسمارٹ کلاسز میں شامل نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ اردو زبان کا مواد ابھی تک تیار ہی نہیں کیا گیا ہے کہ شاید انہی اسباب کی وجہ سے طلبا اپنی مادری زبان سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

اردو زبان کے سامنے ایک اور مسئلہ درپیش ہے جس کو ماہرین نے جدید ٹکنالوجی سے دوری یا عدم توجہی کے طور پر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اردو زبان پر آئے دن یہ الزامات عائد ہوتے رہتے ہیں کہ اس زبان نے اپنے آپ کو جدید ٹکنالوجی سے ہم آہنگ نہیں کیا ہے۔جبکہ آج اردو زبان کو تکنیکی تعلیم سے جوڑنے کی سخت ضرورت ہے تا کہ طلبا کا رجحان اردو زبان کی طرف زیادہ سے زیادہ ہو سکے اور اردو زبان ہر ایک طالب علم کی ضرورت بن جائے۔

دور جدید میں طلبا کی ہمہ جہت ترقی کے لیے پراجیکٹ پر مبنی تدریس، مسئلوں کو حل کر کے سیکھنا وغیرہ جیسے طریقۂ تدریس کے ذریعے طلبا کو فن تدریس سے واقف کرایا جاتا ہے۔لیکن بیشتر اسکولوں میں تدریس کی بنیادی سہولیات کا انتظام کیا ہی نہیں گیا ہے۔اساتذہ اسی پرانے طریقہ تدریس پر آج بھی قائم ہیں، جب کہ اسکولوں کے تمام معلم تربیت یافتہ ہوتے ہیں، مگر وہ دوران تدریس کسی خاص مہارت کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ایک اور خاص پہلو یہ ہے کہ زیادہ تر اسکولوں میں تمام طلبا کو اردو زبان کی کتابیں صحیح وقت پر مہیا ہی نہیں ہو پاتی ہیں۔چار، چھ مہینے بغیر کتابوں کے ہی نکل جاتے ہیں اور اس کے بعد کتابیں مل بھی جائیں تو طلبا میں وہ رجحان باقی ہی نہیں رہتا کہ بچے اپنی مادری زبان کی کتاب کو صحیح طور پر مکمل بھی کر سکیں۔ایسے حالات میں اساتذہ کو غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون سے تدریسی عمل کو اپنائیں کہ طلبا اردو زبان کو دلچسپی سے پڑھنے لگیں۔

این۔سی۔ایف 2005 کا مطالعہ کریں تو کسی بھی زبان کی تدریس کے لیے جو رہنما اصول بنائے گئے ہیں، اسکولوں میں ان پر عمل ہی نہیں کیا جارہا ہے۔ان کے مطابق تمام درجات کے طلبا کی مختلف قسم کے طریقۂ تدریس اور حکمت عملی کے ذریعہ نشوونما کرنی چاہیے۔مثلاً ابتدائی درجات کے طلبا کو مختصر کہانیاں سنا کر، نظموں کو ترنم میں پڑھانا ہے تا کہ طلبا پہلے تیار ہو جائیں تو پھر وہ اپنے سبق کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔لیکن زیادہ تر اسکولوں میں آج بھی پرانے طریقہ تدریس پر عمل کیا جارہا ہے۔رہنما اصول کے مطابق طلبا کو کتابیں، گائیڈ، نوٹس وغیرہ فراہم کروانے کی بات کہی گئی ہے۔مگر اسکولوں میں جانے کے بعد ایسا کچھ بھی دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔بہت سے اسکولوں کی لائبریریوں میں اردو کی کتابیں نہیں ہیں اور اگر کسی لائبریری میں کتابیں ہیں بھی تو دیگر زبان کی کتابوں کے مقابلے میں اردو کی کتابیں کم تعداد میں ہیں۔حالت تو یہ ہے کہ طلبا کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اسکول میں لائبریری بھی ہے اور اس میں اردو زبان کی کتابیں بھی ہیں۔دوران تحقیق مجھے یہ جان کر بہت تعجب ہوا کہ ایسے اسکول جہاں اردو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے موجود ہے وہاں پر ثانوی سطح کی تعلیم حاصل کر رہے طلبا میں سے زیادہ تر صحیح اردو پڑھنے اور لکھنے سے قاصر ہیں۔اسکولوں میں تو صحیح طریقے سے اردو زبان کی کلاس ہی نہیں ہوتی ہیں جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ والدین بچوں کو اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوچنگ، مدرسوں اور مکتبوں میں بھیجنے پر مجبور ہیں۔

اردو زبان جو کہ صرف ہماری مادری زبان ہی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ہماری تہذیب وثقافت سے ہے، خستہ حالی سے دوچار ہے۔ہر ایک فرد بس تکنیکی تعلیم اور انگریزی کے پیچھے بھاگا جارہا ہے۔کوئی بھی اردو زبان کی طرف رجوع نہیں کر رہا ہے۔اردو زبان کے فروغ کے لیے حکومت کی جانب سے بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں لیکن اسکولی سطح پر ایسا کچھ بھی دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔

اردو زبان ہمارا سب سے قیمتی ورثہ ہے اور اس زبان سے ہم سبھی جذباتی طور پر جڑے ہوئے ہیں کیوں کہ صرف اسی کے ذریعے اپنی مادری زبان کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔لیکن یہ زبان جس طرح کی تدریسی مشکلات میں گھری ہوئی ہے ان کو دور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔تمام اقدامات اور فروغ کی ذمے داری صرف حکومت کی نہیں ہے۔ہم سبھی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اردو زبان کے تدریسی مسائل کو دور کرنے کے لیے، تدریسی ترقی کے لیے کوشش کریں، کیونکہ اردو زبان کی نشوونما اور فروغ کے لیے اب تک جو بھی اسکیمیں پیش کی گئی ہیں ان سے اردو کے حالات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔آج اردو زبان کو پھر اس کے گھر میں ہی آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۴۹/۱۴۴۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ لوکو مسجد آسنسول)

شبنم مشتری بنت محمد امیر الحق مقام جنید پور نزد جنید پور پرائمری اسکول ڈاکخانہ جنید پور ضلع بیر بھوم مغربی بنگال۔فریق اول

بنام

فریدالدین شیخ عرف ریحان ولد عبدالعظیم مقام چاند پور نزد مسجد ڈاکخانہ کلا، ضلع مرشدآباد۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ لوکو مسجد آسنسول میں عرصہ آٹھ ماہ سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۳/جمادی الاول ۱۴۴۳ھ مطابق ۸/دسمبر ۲۰۲۱ء مطابق روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۰۶/۲۰۳۱/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج)

خوشنودی بیگم بنت مجیب الرحمٰن مقام سٹیا بشن پور ڈاکخانہ دوگھریا ضلع کشن گنج۔فریق اول

بنام

ناصر عالم ولد علم الدین مقام کراڈینگا ماری ٹولہ ڈاکخانہ کسترا ضلع ارریہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۵/دسمبر ۲۰۲۱ء روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب و سائنس

نزلہ اور زکام- کیسے بچیں؟

طبی ماہرین کے نزدیک نزلے کا بروقت اور مناسب سد باب نہ کیا جائے تو یہ کئی موذی اور تکلیف دہ عوارض کو بدنِ انسانی پر مسلط کرنے کا ذریعہ بن کر تندرستی اور صحت مندی کو کھا جاتا ہے۔

نزلے کے اثرات: مسلسل نزلہ رہنے سے قبل از وقت بالوں کا سفید ہونا عام دیکھا جا سکتا ہے، قوت بصارت میں کمی کا سبب بن کر زندگی کی رنگینیوں اور رونقوں کو مدھم کر دیتا ہے، دماغی صلاحیتوں اور قابلیتوں پر اثر انداز ہو کر کامیابیوں کے حصول کو مشکل تر کر دیتا ہے، متواتر گلے میں لیش دار رطوبتوں کے گرتے رہنے سے آواز کی خوبصورتی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، آدمی کسی محفل میں پرسکون ہو کر بات کرنے سے قاصر رہنے لگتا ہے، ہر وقت کھنکورے مارنے کی عادت اسے نفسیاتی مریض بنا دیتا ہے، اعصابی و عضلاتی ضعف لاحق ہو کر انسان کو وقت سے پہلے بڑھاپے کی دہلیز پر لا کھڑا کرتا ہے۔

نزلے کے اقسام: نزلے کی کئی اقسام ہوتی ہیں: نزلہ بارد یعنی سردی کی زیادتی سے ہونے والا نزلہ، نزلہ حار یعنی مزاج میں گرمی بڑھ جانے کی وجہ سے نزلے کا لاحق ہو جانا، دائمی یا مستقل رہنے والا نزلہ، یہی سب سے زیادہ خطرناک ہے، وبائی نزلہ زکام اکثر و بیشتر موسم بدلتے ہی حملہ آور ہوتا ہے اور اس کی زد سے کوئی خوش نصیب ہی بچ جاتا ہے، وبائی زکام جسے عرف عام میں فلو بھی کہا جاتا ہے، ایک وائرل مرض ہے، جو چھوت کی شکل میں ایک فرد سے دوسرے کو منتقل ہوتا ہے، وبائی زکام یا نزلے کو ہم میعادی بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ عام طور پر ۱۰ سے ۱۵/ایام میں خود بخود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے، ہم وبائی زکام اور نزلۂ حار سے بچنے کی تراکیب، گھریلو علاج اور غذائی تدابیر کا ذکر کر رہے ہیں۔

علامات: جب زکام حملہ آور ہوتا ہے تو جسم میں ہلکے ہلکے درد کا احساس ہونے لگتا ہے، آنکھوں میں سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے، سر میں بھاری پن اور درد محسوس ہوتا ہے، جسم میں سستی اور کمزوری کا غلبہ بڑھنے سے کسی کام میں جی نہیں لگتا، بخار بھی ہو جاتا ہے، بھوک نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے، پانی کی بار بار طلب تو ہوتی ہے، مگر پینے کو جی نہیں چاہتا، ناک اور آنکھوں سے پتلی اور خراش دار رطوبت بہتی رہتی ہے، بار بار پوچھنے کی وجہ سے ناک سرخ ہو جاتی ہے، چہرے کی رنگت میں بھی سرخی در آتی ہے۔

وجوہات: جب جسم موسمی تبدیلی کو قبول نہ کر سکے تو ردعمل کے طور پر بعض اوقات زکام کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے، متواتر تیز دھوپ اور گرمی میں کام کرنے سے بھی انسان نزلہ و زکام کی لپیٹ میں آ جاتا ہے، گرم و خشک اور مرغن، تلی اور بھنی غذاؤں کا زیادہ استعمال بھی اس بیماری کو دعوت دیتا ہے، علاوہ ازیں بڑا گوشت، بینگن، دال مسور، چاول، بریانی، پلاؤ، چاکلیٹ، آملیٹ، بیکری کی مصنوعات، بازاری مشروبات اور تیز مسالے والی غذاؤں کا خوراک میں شامل کرنا بھی نزلے اور وبائی زکام کا باعث بنتا ہے، سگریٹ نوشی بھی نزلہ و زکام کے حملے کی راہ ہموار کرتی ہے، گرمیوں میں گرم کھانے کے ساتھ ٹھنڈا پانی پینا، ٹھنڈا پانی پی کر گرم چائے یا کافی وغیرہ کا استعمال کرنا، دھوپ سے آتے ہی ٹھنڈے پانی سے نہانا، زیادہ دیر تک ننگے سر دھوپ میں پھرنے سے بھی نزلہ زکام کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

عمومی احتیاط: احتیاط بہتر علاج ہے؛ اس پر عمل کرتے ہوئے ہم خاطر خواہ حد تک نزلہ و زکام سمیت کئی دیگر موسمی اور وبائی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، موسم کی تبدیلی کے مخصوص وقت سے چند روز قبل ہی اس کی مناسبت سے اپنی غذا، لباس اور رہن سہن میں تبدیلی کر لینی چاہئے، شہد، قادر مطلق کی ایک نعمت بے بہا ہے، اس میں حکیم کامل نے کمال قوت شفا رکھی ہے، شہد کا باقاعدہ استعمال بیماریوں کے خلاف بدن انسانی کی قوت مدافعت کو مغلوب کرتا ہے، موسم کی مناسبت سے اس کا استعمال کیا جائے تو یہ ہمیں کئی خطرناک امراض کے حملوں سے بچائے رکھتا ہے، موسم گرما میں شہد کے دو چمچے سادہ پانی میں ملا کر کے اور موسم سرما میں نیم گرم پانی میں ملا کر نہار منہ پینا بے شمار فوائد کا حامل ہوتا ہے، تیز دھوپ میں ننگے سر گھومنے پھرنے سے پرہیز کریں، باہر جاتے ہوئے سر اور گردن کو ڈھانپ کر رکھیں، گرمیوں میں باہر سے آتے ہی نہانے اور ٹھنڈا پانی پینے سے اجتناب کریں۔

گھریلو تراکیب: نزلے کے اچانک حملہ آور ہو جانے کی صورت میں جوشاندہ بنا کر ۲ اور ۳ خوراکیں پینے سے ہی اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے، گل بنفشہ ۱۰ گرام، گاؤزبان ۵ گرام، لسوڑیاں ۳ گرام، تینوں اجزاء کو ۲ کپ پانی میں پکا کر حسب ضرورت چینی ملا کر ۴ گھنٹے کے وقفے سے ایک ایک کپ پی لیں۔ گل بنفشہ ۱۰ گرام، گل سرخ ۱۰ گرام، برگ گاؤزبان ۱۰ گرام، اسطوخودوس ۱۰ گرام، چھلکا ہرڑ زرد ۱۰ گرام سب اجزاء کو باریک پیس کر ہم وزن مصری ملا کر رکھیں، ۳ گرام خوراک دن میں ۳ بار سادہ پانی سے استعمال کریں، اس سفوف کو حفظ ماتقدم کے طور پر بھی استعمال کیا جائے تو کافی حد تک نزلے اور زکام کے حملے سے بچت ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں درج ذیل شربت کا متواتر کئی روز تک استعمال آپ کو دائمی نزلے سے بھی نجات دلا دے گا، املتاس ۱۵ گرام، ملٹھی ۱۰ گرام، گاؤزبان ۱۰ گرام، سپستاں ۱۰ گرام، عناب ۱۰ عدد، تمام اشیاء کو ۲ کیلو پانی میں پکائیں، جب عرق 2/1 کیلو رہ جائے تو ۱ کیلو چینی میں قوام بنا کر ٹھنڈا ہونے پر صاف اور خشک بوتل میں محفوظ کر لیں، صبح، دوپہر اور شام میں قبل طعام ۲/ چمچے کھانے والے پیتے رہیں۔

ادویاتی علاج: نزلہ و زکام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے روایتی دواساز اداروں نے بے شمار ادویات تیار رکھی ہیں، ان میں چند بہ آسانی دستیاب ہونے والی دوائیں تحریر کی جاتی ہیں، اگر نزلہ گرمی کی زیادتی سے ہو تو درج ذیل طبی مرکبات کے استعمال سے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں، خمیرہ خشخاش، خمیرہ بنفشہ، خمیرہ ابریشم، گاؤزبان سادہ، لعوق سپستاں، لعوق خیارشنبر، نزلی، اطریفل اسطوخودوس، اطریفل زمانی، اطریفل کشنیزی وغیرہ، علاوہ ازیں جوشاندے اور شربت وغیرہ بھی بازار میں وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جنہیں استعمال کر کے اس مرض سے جان چھڑائی جا سکتی ہے، گندم کے آٹے سے نکالے گئے پھوک کو پانی میں ابال کر اس کی بھاپ لینا بھی نزلہ و زکام سے نجات دلاتا ہے، بلغمی مزاج والے افراد لونگ یا دارچینی کو بطور قہوہ استعمال کریں تو بھی انہیں افاقہ ہوگا۔

غذائی پرہیز: گرم، محرک، مرغن اور تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز برتیں، بڑا گوشت، بینگن، دال مسور، ضرورت سے زائد چائے، کافی، قہوہ وغیرہ سے بھی اجتناب کریں، کولا مشروبات، بیکری مصنوعات، چاول، چکنائیاں، چاکلیٹ، مٹھائیاں اور تیز مسالوں والی غذاؤں سے مکمل پرہیز کیا جائے، ہاں البتہ دیسی چوزے کا یخنی نما شوربہ اور بغیر چربی والے بکرے کے گوشت کی تری زکام اور نزلے سے جلد جان چھڑانے میں خاطر خواہ حد تک ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں، دوران بیماری ہلکی پھلکی غذائیں کھائیں، کھچڑی، جو کا یا گندم کا دلیا استعمال کریں تو بہت ہی مناسب ہوگا، اس کے علاوہ پھلوں کے رس یا پھلوں کا استعمال بھی مفید ہوتا ہے، اگر گھریلو تراکیب آزمانے کے باوجود علامات برقرار ہیں تو کسی ماہر معالج سے رجوع کریں۔

ہفتۂ رفتہ — **راشد العزیزی ندوی**

الحاج محمد کاظم صاحب کا طویل علالت کے بعد انتقال

رکن ارباب حل وعقد امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ اور بانی مدرسہ تعلیم القرآن سیا مغربی چمپارن، معروف سماجی کارکن الحاج محمد کاظم صاحب کا طویل علالت کے بعد یکم نومبر ۲۰۲۱ء پیر کی صبح حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال ہو گیا، ان کی عمر تقریباً ۸۲/سال تھی نماز جنازہ مولانا و حافظ مہدی حسن صاحب نے پڑھائی اور تدفین آبائی قبرستان میں عمل میں آئی، نماز جنازہ میں علماء، سماجی، ملی اور سیاسی شخصیات کی بڑی تعداد شریک تھی، پسماندگان میں اہلیہ چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، مرحوم پابند شرع اور ملنسار انسان تھے، وہ طویل عرصہ تک مدرسہ تعلیم القرآن سیا کے ناظم بھی رہے، ان کے انتقال پر امارت شرعیہ کے ذمہ داران حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ اور نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کی ہے، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور درجات کو بلند کرے۔

آدھار کارڈ کے غلط استعمال پر اٹھانا پڑ سکتا ہے بھاری نقصان

حکومت ہند نے اب ہندوستان کی بایومیٹرک شناختی اتھارٹی (UIDAI) کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ آدھار ایکٹ کی تعمیل نہ کرنے والوں کے خلاف ایک کروڑ روپے کا جرمانہ عائد کرے۔ قانون پاس ہونے کے تقریباً دو سال بعد حکومت نے ان قوانین کو نوٹیفائی کیا ہے۔ اس کے تحت UIDAI آدھار قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے افسران کی تقرری کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قصور واروں کو ایک کروڑ روپے تک کا جرمانہ بھی ہو سکتا ہے۔ 2 نومبر کو حکومت نے UIDAI جرمانے کا مقررہ رولز 2021 کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ اس کے تحت UIDAI ایکٹ یا UIDAI کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی صورت میں شکایت کی جا سکتی ہے۔ UIDAI کی طرف سے مقرر کردہ افسران ایسے معاملات کا فیصلہ کریں گے اور ایسے اداروں پر 1 کروڑ روپے تک کا جرمانہ عائد کر سکتے ہیں۔ ٹیلی کام ڈسپیوٹ سیٹلمنٹ اینڈ اپیلیٹ ٹریبونل ان فیصلوں کے خلاف اپیل کر سکتے ہیں۔ حکومت نے آدھار اور دیگر قوانین (ترمیمی) ایکٹ 2019 لایا تھا تاکہ UIDAI کو کارروائی کرنے کے اختیارات حاصل ہوں۔ موجودہ آدھار ایکٹ کے تحت UIDAI کے پاس آدھار کارڈ کا غلط استعمال کرنے والے اداروں کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ سال 2019 میں منظور ہونے والے قانون میں دلیل دی گئی، پرائیویسی کے تحفظ اور UIDAI کی خودمختاری کو یقینی بنانے کے لیے اس میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد عدالتی جرمانے کی فراہمی کے لیے آدھار ایکٹ میں ایک نیا باب شامل کیا گیا۔

حج 2022 کے لئے درخواست فارم داخل کرنے کے عمل کا آغاز

مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور مختار عباس نقوی نے حج ہاؤس، ممبئی میں نئی سہولیات کے ساتھ حج سیزن 2022 کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی حج 2022 کے لیے آن لائن درخواست کا عمل یکم نومبر سے شروع ہو گیا ہے حج کا پورا عمل صد فیصد ڈیجیٹل/آن لائن ہوگا۔ حج 2022 کے لیے درخواست فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 31 جنوری 2022 ہے۔ حج کے لیے درخواستیں آن لائن اور جدید سہولیات سے آراستہ "حج موبائل ایپ" کے ذریعے بھی دی جا سکتی ہیں۔ اس بار ہندوستانی عازمین حج Vocalfor Local کی بھی حوصلہ افزائی کریں گے اور ضروری دیسی سامان کے ساتھ حج پر جائیں گے۔ ان میں سے زیادہ تر اشیاء "میڈ ان انڈیا" ہوں گی۔ یہ تمام اشیاء عازمین حج کو ان کے مقرر کردہ مقامات پر دی جائیں گی۔ ایک اندازے کے مطابق اس انتظام سے عازمین حج کے کروڑوں روپے کی بچت ہوگی۔ حج کے خواہشمندوں کے انتخاب کا عمل کورونا پروٹوکول کے مطابق ہوگا جو کورونا ویکسین کی دونوں خوراکوں کے ذریعہ لیا جائے گا اور اس کا فیصلہ حج 2022 کے وقت ہندوستان اور سعودی عرب کی حکومتوں کے ذریعہ کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی حج 2022 کے پورے عمل کو مزید آسان اور قابل رسائی اور شفاف بنایا گیا ہے۔

Volume:61/71,Issue:44 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

جو دل کو ہے خبر، کہیں ملتی نہیں خبر
ہر صبح اک عذاب ہے اخبار دیکھنا
(عبیداللہ علیم)

علماء کے بعد پادریوں پر کریک ڈاؤن

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

ایک مذہب، ایک زبان، ایک کلچر اور ایک راشٹر کے پیچھے کا راز اب پوشیدہ نہیں رہا، ہندوستان میں کھلے عام اس ذہنیت کو زمین پر اتارا جارہا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی بندشیں اور آئین کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹتی نظر آرہی ہے، بھارت میں ایک صدی قبل 'ہندوتو' سوچ نے 'اکھنڈ بھارت' کا جو سپنا دیکھا تھا، اسے تعبیر ملنے لگی ہے، جو بات کبھی پردے کے پیچھے ہوتی تھی وہ اب ڈنکے کی چوٹ پر کہی جارہی ہے اور جنونی طاقت کے بل پر اسے عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔

بی جے پی کی اقتدار والی ریاست اتر پردیش میں علماء دین کی گرفتاریوں کے بعد اب پادریوں اور مسیحی رہنماؤں کے خلاف کریک ڈاؤن ہوا کا رخ بتانے کیلئے کافی ہے۔ تازہ معاملہ وزیراعلی یوگی آدتیہ ناتھ کی ریاست اتر پردیش سے جڑا ہے، اعظم گڑھ، مئو، مہوبا جیسے اضلاع میں مذہب تبدیل کروانے کے غیر منطقی جرم میں مسیحیوں کے خلاف کریک ڈاؤن شروع ہوگیا ہے، کئی پادری جیل بھیج دیئے گئے ہیں، ان پر وہی گھسا پٹا الزام ہے کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر عیسائی بنا رہے ہیں۔ مئو ضلع کے شہادت پورہ محلہ میں ابراہم سمیت آٹھ مسیحیوں کو اٹھالیا گیا۔ ان پر مختلف دفعات کے تحت مقدمے درج کئے گئے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق ہندو جاگرن منچ کی شکایت پر پولیس نے شہادت پورہ کے بجندر رکمار کے گھر پر چھاپہ مارا۔ الزام یہ ہے کہ ان کے گھر میں گزشتہ پانچ سالوں سے غیر قانونی طور پر تبدیلی مذہب کا کام چل رہا ہے۔ یہاں بچوں کا مشنری اسکولوں میں داخلہ، مفت تعلیم، شادی بیاہ کے اخراجات اور علاج میں سہولیات کا لالچ دے کر مذہب تبدیل کرایا جاتا ہے۔ بجندر کے مطابق ان کے گھر پر گانے بجانے کا پروگرام چل رہا تھا جس کو ہندو جاگرن منچ کے لوگوں نے بھگوا رنگ دے دیا ہے۔ اسی طرح کا معاملہ مہوبا ضلع میں بھی سامنے آیا ہے جہاں ایک پادری پر پچھلے آٹھ سالوں سے غریبوں کو پیسوں کا لالچ دے کر مذہب تبدیل کرانے کا الزام لگا ہے۔ ھندتوا وادی تنظیموں کی شکایت پر ملزم پادری آشیش جان کو جیل بھیج دیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق بلیا کا رہنے والا آشیش جان نامی پادری ہندو سے عیسائی بنانے کا کام بے خوف ہوکر کر رہا تھا، وہ کیرل کی عیسائی مشنریوں سے جڑا ہوا ہے۔

اس سے قبل داعی اسلام محمد عمر گوتم، مفتی جہانگیر قاسمی اور مولانا محمد کلیم صدیقی کی گرفتاریاں اسی گندی سوچ کے نتیجہ ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ مولانا کلیم صدیقی غیر ملکی فنڈنگ کے ذریعہ مذہب تبدیل کراتے تھے، ان کے اکاؤنٹ میں تین کروڑ کی رقم بیرونی ممالک سے آئی۔ یہاں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ جو رقم کسی کے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہوتی ہے وہ اس کا پورا حساب کتاب ہوتا ہے اور اس سے انکم ٹیکس محکمہ بھی واقف ہوتا ہے۔ اگر تین کروڑ کی خطیر رقم ان کے اکاؤنٹ میں مشتبہ لوگوں نے جمع کی تھی تو اس کی چھان بین کیوں نہیں کی گئی؟ اس ملک میں کتنے ہی مذہبی اور غیر مذہبی ادارے ایسے ہیں جو غیر ملکوں سے امداد حاصل کرتے ہیں اور وہ وزارت داخلہ سے خصوصی اجازت حاصل کرکے ایسا کرتے ہیں۔ اگر ایسے ہی کسی ذریعہ سے مولانا کلیم صدیقی کے اکاؤنٹ میں کوئی رقم جمع ہوئی ہے تو وہ غیر قانونی کیسے ہوگئی؟ اگر وہ واقعی غیر ملکی فنڈنگ حاصل کررہے تھے تو اس کی تحقیقات ای ڈی یا پھر انکم ٹیکس محکمے کو کرنی چاہئے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ گزشتہ ۷ رستمبر کو مولانا کلیم صدیقی نے ممبئی کے ایک پانچ ستارہ ہوٹل میں آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت کے ایک پروگرام میں شرکت کی تھی۔ اس پروگرام کو بھاگوت کی ''مسلم دانشوروں سے ملاقات'' کا عنوان دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس ملاقات کے لیے خود موہن بھاگوت کے بھائی نے اپیل کی اور مولانا کلیم صدیقی کو مدعو کرکے ان کے گھر لے گئے؛ حالانکہ کئی حلقوں میں مولانا پر تنقید بھی ہوئی تھی، لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوتی مشن کے تحت وہاں گئے تھے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ مولانا کلیم صدیقی نے موہن بھاگوت سے ملاقات حفظ ماتقدم کے طور پر کی تھی؛ لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا؛ کیونکہ پولیس نے ان کے خلاف جو ابتدائی فرد جرم میڈیا کے روبرو پیش کی ہے، اس میں تبدیلی مذہب کے ایک خطرناک ریکیٹ میں شامل ہونے کا الزام ہے جس میں کروڑوں کی غیر ملکی فنڈنگ ہوئی ہے۔ اے ڈی جی پرشانت کمار کا دعویٰ ہے کہ مولانا کلیم صدیقی کی تنظیم گلوبل پیس سینٹر اور جامعہ امام ولی اللہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مذہب تبدیل کراتے تھے؛ حالانکہ ابھی تک ایسا کوئی شخص سامنے نہیں آیا ہے جس نے یہ کہا ہو کہ مولانا کلیم صدیقی یا دیگر علما کرام نے اس کا مذہب تبدیل کرنے کے لیے دباؤ ڈالا ہو یا پھر اسے کوئی لالچ دیا ہو۔

سبھی جانتے ہیں کہ ہندوستان کا دستور اپنے شہری کو اس بات کی پوری اجازت دیتا ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اور اس کی ترویج اور اشاعت میں حصہ لے۔ اسی دستوری حق کا فائدہ اٹھا کر ہمارے ملک میں عیسائی مشنریاں انتہائی غریب اور پسماندہ بستیوں میں فلاحی کام کرتی ہیں اور لوگوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرتی ہیں۔ لیکن جب سے ملک میں بی جے پی مکمل اکثریت کے ساتھ اقتدار میں آئی ہے، اس نے غیر دستوری اور غیر جمہوری طریقہ سے کام کرنا شروع کیا ہے۔ ان ہی میں ایک کام اس ملک میں بسنے والی اقلیتوں کا راستہ روکنا ہے۔ یہ دراصل اقلیتوں کو ملک دشمن ثابت کرنے کی فرقہ وارانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے جس میں پوری مشینری ملوث ہے۔ کمزور مذہبی اقلیتیں تبدیلیءمذہب کے سوال کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ مذہب کی تبدیلی کے عمل کی بحث سنگین حد تک دراڑ پیدا کرنے والے الزامات اور جوابی الزامات کا شکار بن کر رہ گئی ہے۔ انڈیا جیسے ملک میں جو دستور کے مطابق چلتا ہے تبدیلی مذہب کے سیاق وسباق کو سمجھنا چاہیے اور پھر کارروائی کرنی چاہیے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جن مبلغین کو اب تک گرفتار کیا گیا ہے ان کے خلاف کسی بھی شخص نے جبراً تبدیلی مذہب کا الزام نہیں لگایا ہے۔ حالانکہ بعض کیسز میں مذہب تبدیل کرنے والے شخص کے رشتہ داروں نے شکایت ضرور کی ہے تاہم ماہرین قانون کے مطابق ان کی شکایتیں عدالتوں میں قابل قبول نہیں ہیں۔

دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آر ٹی آئی کے تحت پوچھے گئے سوال میں وزارت داخلہ کہتی ہے کہ ہندوازم کو کسی طرح کا خطرہ لاحق نہیں ہے، مونیش جبل پوری نامی شخص نے وزارت داخلہ سے ثبوتوں کے ساتھ یہ جاننا چاہا تھا کہ کیا ملک میں ہندو دھرم کو کوئی خطرہ لاحق ہے" وزارت داخلہ نے اس کے جواب میں بتایا کہ اس کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ بھارت میں ہندو دھرم کو کوئی خطرہ لاحق ہے۔

اتر پردیش میں جب سے 'لو جہاد' کا متنازع آرڈیننس کو پاس ہوا، تبدیلی مذہب کے نام پر گرفتاریوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جو ریاست کبھی گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہوا کرتی تھی وہ نفرت، تقسیم اور تعصب کی سیاست کا مرکز بن چکی ہے، اور حکومتی ادارے فرقہ پرستی کے زہر سے آلودہ ہوچکے ہیں۔ خیال رہے کہ اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کی قیادت والی ہندو قوم پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت نے 'لو جہاد' سے متعلق انسداد تبدیلی مذہب کے نام سے ایک متنازعہ قانون متعارف کیا ہے۔ اس نئے قانون کے نفاذ کے بعد سے اتر پردیش میں بین المذاہب شادیوں کے خلاف کارروائیوں اور گرفتاریوں کے واقعات میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ انسانی حقوق کی علمبردار تنظیمیں اور قانون کے بہت سے ماہرین تبدیلی مذہب سے متعلق اس نئے آرڈیننس کو سیاہ قانون سے تعبیر کرتے ہیں۔ بی جے پی کی حکومت والی دیگر ریاستوں مدھیہ پردیش، کرناٹک، ہریانہ اور آسام میں بھی اتر پردیش کی طرح یہ سیاہ قانون نافذ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ بی جے پی سرکار کے اس رویہ پر عالمی برادری میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ امریکا کے مذہبی آزادیوں سے متعلق کمیشن نے 2021 کی اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ بھارت میں حکومت کے ذریعے ہندو قوم پرستانہ پالیسیوں کو فروغ دیے جانے کے نتیجے میں مذہبی آزادیوں کی منظم اور سنگین خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ مودی حکومت نے یہ رپورٹ جانبداری پر مبنی قرار دے کر مسترد کردی ہے۔ تبدیلی مذہب کے حوالے سے اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ سقوطِ اندلس کے موقع پر عیسائیوں نے جبر کیا اور جن لوگوں نے اسلام چھوڑ کر مسیحیت قبول نہیں کی ان پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا۔ اسلام میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ تم سب اسلام قبول کرلو بلکہ انصاف اور رواداری کی تعلیم دی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب مکہ کو حرم قرار دے دیا گیا تو غیر مسلموں کو کہا گیا کہ اب یہاں صرف مسلمان رہ سکتے ہیں، تم ہجرت کر جاؤ اس وقت بھی یہ نہیں کہا گیا کہ تم مسلمان بن جاؤ۔

ہندوستانی آئین فکر وخیال کی آزادی، مذہب کے اظہار کی آزادی کی ضمانت اور ایک سیکولر ریاست کا مینڈیٹ دیتا ہے؛ دستور اس بات کا تقاضا کرتا ہیکہ تمام مذاہب کو غیر جانب داری کے ساتھ برابر سمجھا جائے۔ آئین یہ بھی کہتا ہے کہ شہری ہر حال میں اپنے مذہب پر اس انداز میں عمل کریں کہ اخلاقیات یا صحت پر منفی اثرات نہ پڑیں۔ مظالم اور ناانصافی پر سرکار کی خاموشی یا لیپاپوتی بتارہی ہے کہ یہ کارروائیاں اور حملے حادثات نہیں، ریاستی پالیسیوں اور سماجی نفرتوں کا منطقی نتیجہ ہیں۔ کسی بھی سماج میں پائی جانے والی نفرت، تعصب، اِمتیازی سلوک، کم تر اور برتر کی سوچ بتدریج سماج کو تاریک راستے پر لے جاتی ہے۔ اور یہ ایسے پُرتشدد بھیانک سانحات کو جنم دیتی ہیں جن کو دیکھ یا سُن کر رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔ اِنسانی تاریخ ایسے بے شمار واقعات اور جگ بیتیوں سے بھری پڑی ہیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ کسی بھی مخصوص

عقیدے، مذہب، نسل، رنگ یا جنس کے اِنسانوں کے خلاف جتنی اِنتہاپسندی بڑھے گی، ملک میں اتنی ہی بے چینی بڑھے گی۔ بی جے پی حکومت کی سینہ زوری، بھگوادھاری تنظیموں کی نفرت، تعصب، اِنتہاپسندی اور جنونیت کی آگ گنگا جمنی تہذیب کو خاک کرتی رہے گی۔ ریاست کی مذہبی پہچان، ریاست کا سرکاری مذہب ہونا اور ریاست کے ڈھانچے میں کم تر اور برتر کا منظّم تصور، نفرت زدہ نظام اور فرقہ وارانہ انتہاپسند تنظیموں کی موجودگی سلگتی ہوئی آگ کو تسلسل سے ایندھن فراہم کررہی ہیں۔ یہ کسی بھی طور پر ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

ملک کی اقلیتوں کو نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیے کہ آج وہ تو کل ہماری باری ہے، اگلا نمبر کس کا ہوگا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تبدیلی مذہب کے نام پر ملک میں جو سازشی کھیل شروع ہوا ہے، اس کی جڑیں بہت دور تک پیوستہ ہیں۔ یہ کارروائیاں دوٹوک کہہ رہی ہیں کہ ناگپور اور آر ایس ایس کے کیمپوں سے روحانی غذا حاصل کرنے والے 'اکھنڈ بھارت' کے خواب کو عملی جامہ پہنانے میں جارحانہ رخ اپنائے ہوئے ہیں، لیکن ہم اس دیش کے 'آشاوادی' لوگوں میں ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہاں کی مٹی اس منافرت بھرے سپنے کو پورے ہونے نہیں دے گی۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور اس کے قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے میں اقلیتوں اور خاص کر مسلمانوں سے کہوں گا کہ آپ اس ملک میں پھل دار اور سایہ دار درخت کا کردار پیش کریں، طوفان کا تیور کمزور ضرور پڑے گا۔ ہوا کسی کی نہیں ہوتی، وہ دیر سویر رخ ضرور بدلے گی، ملک کے بدلتے ہوئے منظر نامے میں یہاں کے اقلیتی طبقات اور پسماندہ برادریوں سے تعلق رکھنے والے اشخاص کو اپنے ملی تشخص کی حفاظت وبقا کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کرنے چاہیے؛ تاکہ ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے خوشگوار ماحول بن سکے اور دستوری لحاظ سے دعوتی احکامات کے دروازے وسیع تر ہوسکیں؛ لیکن اس دوران ہمیں اپنا کام کرتے رہنا ہوگا، امارت شرعیہ اپنی سطح پر کام کررہی ہے مزید کرے گی اور اللہ نے چاہا تو قانونی چارہ جوئی کے لئے امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے ایک مضبوط لیگل سیل کا قیام بھی عمل میں آئے گا جو دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ اس معاملہ پر بھی اپنی نظر رکھے گا۔

Print&Design by:Azimabad Printers,Patna#9473371988
Scanned with CamScanner